ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

شوال المکرم : ۱۴۱۹ھ
فروری : ۱۹۹۹ء
۲

نظام کی تبدیلی !

نعرہ یا نظریہ

امیر الاحرار کی فکر انگیز تحریر

دیارِ غیر کے رہنے والے

مسلمانوں سے خطاب

(مولانا سید ابوالحسن علی ندوی)

ہندوستانی سیکولرازم اور بندے ماترم

مرزائیوں کے غور و فکر کے لئے

طالبان، ایران، امریکہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِسلام اور مغرب

اعمال کا بدلہ

ہر شخص اپنی زندگی اور اپنے ماحول میں اگر تھوڑی سی توجہ کرے اور چشم حقیقت بیں کے ساتھ نگاہ ڈالے تو اسے اپنے اعمال کے نتائج کا عکس بخوبی نظر آتا چلا جائے گا۔ دل و دماغ اور بصیرت و وجدان خود بخود بے اختیار گواہی دیں گے اور تصدیق کرتے چلے جائیں گے۔ یہ جو کچھ انقلاب مسلسل کے طور پر ہمارے سامنے سے گزر رہا ہے اپنے ہی اعمال کی سزا و جزا کی تصویر ہے۔

والد ماجد حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے۔

"نیکی اور بدی کا اصل بدلہ تو بے شک قیامت کے بعد ہی ملے گا۔ لیکن دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ اس کا کچھ نمونہ ضرور دکھاتے ہیں۔ میرا مشاہدہ تو یہی ہے کہ انسان کے تمام کرتوتوں کا بھگتان یہیں (دنیا) سے شروع ہو جاتا ہے۔ کوئی مانے، چاہے نہ مانے۔"

من عمل صالحاً فلنفسه ومن اساء فعليها ومار بک بظلام للعبيد ہ (پ۲۴)

جس نے اللہ و رسول کی منشاء کے مطابق کام کئے تو ان کا نفع بھی اس کی ذات کے لئے ہے۔ اور جس نے برائی اختیار کی تو اس کا وبال بھی اسی کی جان پر ہو گا۔ اور اے پیغمبر آپ کا پروردگار اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

اقتباس اداریہ "الاحرار"
جلد ۶، ستمبر ۱۹۷۵

○

Regd: M - No.32

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

شوال : ۱۴۱۹ھ
فروری : ۱۹۹۹ء

زرِ تعاون سالانہ:
اندرون ملک ۱۵۰ روپے،
بیرون ملک ۱۰۰۰ روپے پاکستانی

جلد: ۱۰ . شمارہ: ۲ . قیمت: ۱۵ روپے،

مجلس ادارت

* زیرِسرپرستی: حضرت مولاناخواجہ خان محمدمدظلہ

* رئیس التحریر: سید عطاءالمحسن بخاری

* مدیرمسئول: سیدمحمدکفیل بخاری

رفقاء فکر

ابنِ امیرشریعت حضرت پیرجی سیدعطاءالمہیمن بخاری مدظلہ

- پروفیسرخالدشبیر احمد
- سیدخالدمسعود گیلانی
- مولانا محمداسحٰق سلیمی
- مولانامحمدمغیرہ
- عبداللطیف خالدچیمہ
- محمدعمرفاروق
- ابوسفیان تائب
- ساغراقبالی

رابطہ: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان فون: 511961

تحریک تحفظ ختمِ نبوت (شعبۂ تبلیغ) مجلسِ احرار اسلام پاکستان

ناشر: سید محمد کفیل بخاری، طابع: تشکیل احمد اختر، مطبع: تشکیل نو پرنٹرز، مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم ملتان

تشکیل

دل کی بات:	اداریہ	مدیر	۳
شاعری:	حمد (سید حباب ترمذی) نعت (سید کاشف گیلانی)، (قاری عبدالرحمن)، (پروفیسر خالد شبیر احمد) نظم (سید عطاء المحسن بخاری)، نظم (حافظ ظہور الحق ظہور)		۵
قلم برداشتہ:	نظام کی تبدیلی...... نعرہ یا نظریہ	سید عطاء المحسن بخاری	۹
دعوت:	دیارِ غیر میں رہنے والے مسلمانوں سے خطاب	مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	۱۳
ردقادیانیت:	مرزائیوں کے غور وفکر کے لیے	مولانا محمد عاشق بلند شہری	۱۸
جوابِ آں غزل:	استعماری ایجنٹ اور ان کا محاسبہ (ایک قادیانی کے جواب میں)	محمد عمر فاروق	۲۵
افکار:	ہندوستانی سیکولرازم اور بندے ماترم	محمد عمر فاروق	۲۸
تجزیہ:	اسلام اور مغرب	بیرسٹر ظفر اللہ خان	۳۰
تحقیق:	طالبان، ایران، امریکہ	نذیر احمد	۳۶
دین و دانش:	بارہویں صدی کی تجدیدی شخصیت حضرت شاہ ولی اللہ	عزیز الحسن صدیقی	۴۱
	پڑوسی کے حقوق	محمد منصور الزمان صدیقی	۴۷
اخبارالاحرار:	تنظیمی خبریں	ادارہ	۵۶
حسنِ انتقاد:	تبصرۂ کتب	سید کفیل بخاری	۵۸
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	۶۲

دل کی بات

چور کون؟ حکمران یا عوام؟

وزیر اعظم محمد نواز شریف نے نادہندگان سے ملکی دولت واپس لینے کیلئے واپڈا کو فوج کے حوالے کر دیا۔ فوج کی سربراہی میں واپڈا کا عملہ بجلی چوروں کے تعاقب میں نکلا تو پتہ چلا کہ اصل چور تو خود حکمران ہیں۔ عوام بیچاروں کو تو خواہ مخواہ بدنام کیا گیا ہے۔

پہلے خبر آئی کہ میاں معراج دین بجلی چور نکلے، انہوں نے اس کو الزام قرار دیتے ہوئے حکومت کو استعفیٰ پیش کر دیا۔ پھر خبر آئی کہ بعض جج اور انتظامیہ کے اعلیٰ افسر بھی بجلی چور ہیں، اب آرمی چیف نے وزیر اعظم کو جو فہرست پیش کی ہے اس کے مطابق "۲۹ وزراء سمیت ۲۴۵ ارکان اسمبلی بجلی چور نکلے۔ پنجاب کے ۴، سرحد کے ۵، سندھ کے ۷ معطل وزیر، بلوچستان کے ۵، اور ۸ وفاقی وزراء بجلی چوری میں ملوث ہیں۔ قومی اسمبلی کے ۸۰ ارکان، پنجاب ۱۰۰، سرحد ۱۶ اور معطل سندھ اسمبلی کے ۵۰ ارکان کے نام بھی چوروں کی فہرست میں شامل ہیں۔" (روزنامہ خبریں ملتان ۲، فروری ۱۹۹۹) ایک دوسری خبر کے مطابق واپڈا کے چار ارب روپے بلوچستان کے سردار اور وڈیروں کے ذمہ ہیں۔ جو انہوں نے اداء کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ اور حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا ہے کہ انہیں رعایت دی جائے۔ اس مطالبہ کو بلوچستان حکومت کی حمایت بھی حاصل ہے۔

یہ صرف ملک کے ایک محکمہ کا حال ہے۔ ہمارے حکمرانوں اور ان کے پالتو بیوروکریٹس نے زندگی کے ہر شعبہ میں ملک کو دونوں ہاتھوں سے لوٹا ہے۔ اور الزام بیچارے عوام پر...... ہمیں تسلیم ہے کہ عوام بھی چوری یا دیگر جرائم میں ملوث ہیں۔ مگر ان کی تعداد حکمرانوں کے مقابلے میں کچھ نہیں۔ عوام تو انہی بدیانت وزراء، چور ارکان اسمبلی، ظالم بیوروکریٹس اور ڈاکو وڈیروں، جاگیرداروں اور لٹیرے صنعت کاروں اور کارخانہ داروں کے زیر اثر اور ان کے تابع مہمل ہیں۔ یہ لوگ ٹھیک ہو جائیں تو ساری قوم ٹھیک ہو جائے گی۔

حکومت نے کراچی میں دہشت گردی کے خاتمہ کیلئے فوجی عدالتیں قائم کیں تو پیپلز پارٹی کی چیئرپرسن بیگم زرداری نے مطالبہ کیا کہ پنجاب میں بھی فوجی عدالتیں قائم کی جائیں۔ حال ہی میں صدر مملکت جناب محمد رفیق تارڑ نے پورے ملک میں فوجی عدالتوں کے قیام کا آرڈیننس جاری کر دیا ہے۔ فوجی عدالتوں کا معاملہ اس وقت سپریم کورٹ میں زیر سماعت ہے۔ لیکن حکومت نے اس اقدام سے ایک بات عملاً تسلیم کی ہے کہ ہمارا موجودہ عدالتی نظام ناقص ہے۔ فوجی عدالتوں کے فیصلوں پر فوری عمل درآمد ہو رہا ہے اور

مجرموں کو پھانسیاں دی جارہی ہیں۔ کیا یہ قیام امن کا پائیدار حل ہے؟

ادھر انتظامیہ کا حال یہ ہے کہ آئے روز پولیس کی تحویل میں ملزم، پولیس مقابلوں میں قتل ہو رہے ہیں۔ طرفہ تماشہ یہ ہے کہ ایک طے شدہ کہانی ہے جو ہر پولیس مقابلے کے بعد اخبارات کو بھجوادی جاتی ہے جیسا کہ رائیونڈ بم دھماکے کے ملزموں کے قتل کی کہانی ہے۔........

"پولیس ملزموں کو تفتیش کی غرض سے اور ان کی نشان دہی پر دیگر ملزموں کی گرفتاری کیلئے انہیں لے کر جارہی تھی۔ ملزموں کے ساتھیوں نے پولیس وین پر فائرنگ کر دی، وین کے ٹائر برسٹ ہو گئے، پولیس عملہ نے چھلانگیں لگا کر درختوں کی اوٹ میں پناہ لی۔ ملزمان اپنے ساتھی حملہ آوروں کی فائرنگ سے ہلاک ہو گئے۔ پولیس کی جوابی فائرنگ سے ایک حملہ آور زخمی ہوا مگر وہ سب فرار ہو گئے۔"

کمال یہ ہے کہ پولیس کا کوئی آدمی ان مقابلوں میں زخمی نہیں ہوتا جبکہ اصلی مقابلہ میں صورتِ حال اس کے برعکس ہوتی ہے۔

یہ سوال زبان زد عام ہے کہ محمد صلاح الدین، حکیم محمد سعید اور مولانا محمد عبداللہ کے قاتل تو اب تک زندہ ہیں مگر رائے ونڈ بم دھماکہ کے ملزم پولیس مقابلہ میں پار بھی کر دیے ہیں۔ یہ ماورائے عدالت قتل کا سلسلہ قیام امن کیلئے نیک شگون نہیں ہے۔ اس کے اثرات و نتائج بہر حال بھیانک ہیں۔

ربوہ کا نام "نواں قادیان" نامنظور

ہم اپنے گزشتہ شماروں میں اس موضوع پر پوری شرح و بسط کے ساتھ اظہار خیال کر چکے ہیں مگر حکومت اس مسئلہ کو روز بہ روز پیچیدہ تر بناتی چلی جارہی ہے۔ بات صرف اتنی تھی کہ مسلمانوں نے قادیانیوں کی آماجگاہ ربوہ کا نام تبدیل کرنے کا متفقہ مطالبہ کیا۔ جسے پنجاب اسمبلی نے منظور کر لیا۔ ملک کے تمام دینی حلقوں نے اس پر خوشی کا اظہار کیا اور پنجاب اسمبلی کو مبارک باد دیتے ہوئے چند متبادل نام بھی پیش کئے۔ جن میں "چناب نگر" بھی شامل تھا۔ حکومت پنجاب نے پہلے "نواں قادیان" تجویز کیا پھر اس شہر کا پرانا نام "چک ڈھگیاں" تجویز کیا اور اب "نواں قادیان" تجویز کر کے غالباً نوٹیفکیشن بھی کر دیا ہے۔

آل پارٹیز مجلس عمل تحفظ ختمِ نبوت کے تمام رہنماؤں اور مجلس احرار اسلام کے امیر سید عطاء المحسن بخاری، ناظم اعلیٰ مولانا محمد اسحٰق سلیمی، ناظم نشرواشاعت عبداللطیف خالد چیمہ نے اپنے مشترکہ بیان میں حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ ربوہ کا نام "چناب نگر" رکھا جائے۔ "نواں قادیان" کا نام کسی صورت منظور نہیں۔ "نواں قادیان" ربوہ پر قادیانیوں کا تسلط قائم کرنے کے مترادف ہے۔ حکومت پنجاب اس مسئلہ کو سنجیدگی سے لے اور مزید پیچیدہ نہ بنائے۔

○

حمد

ذرے ذرے میں ہے جلوا تیرا

سید حباب ترمذی

تو ہے معبود میں بندا تیرا
کچھ تقابل نہیں میرا تیرا

تیری عظمت کا پتہ دیتا ہے
یہ فلک بوس ہمالا تیرا

عرش پر دھوم مچے گی جس کی
میں پڑھوں گا وہ قصیدا تیرا

متفق جس پہ ہو دنیا ساری
نام سوچوں گا اک ایسا تیرا

یہ مساجد یہ نمازی تیرے
یہ بچاری یہ شوالا تیرا

غنچے غنچے میں ہے خوشبو تیری
ذرّے ذرّے میں ہے جلوا تیرا

ہو گئی شب کی سیاہی کافور
ہائے یہ نور کا تڑکا تیرا

خشک لب ہوگئے ہوں تر جیسے
دیکھ کر لالۂ صحرا تیرا

داد دی بڑھ کے جنوں نے مجھ کو
نام جب ذہن پہ لکھا تیرا

اس کو اتنا ہی سکوں ملتا ہے
جسکو جتنا ہے بھروسا تیرا

کوئی رُت ہو کوئی موسم ہو حباب
شکر کرتا ہے ہمیشہ تیرا

نعت

سید کاشف گیلانی

حقیقت میں نہیں دولت کوئی ایمان سے بڑھ کر

نہیں احساں کسی کا آپ کے احسان سے بڑھ کر
وہ دیتے ہیں گدا کو وُسعتِ داماں سے بڑھ کر

زمانے بھر کے داناؤں سے کہہ دو تم ہو دیوانے
کوئی دستور لا سکتے ہو تم قرآن سے بڑھ کر

بظاہر دولت دنیا فضیلت کا وسیلہ ہے
حقیقت میں نہیں دولت کوئی ایمان سے بڑھ کر

خدا شاہد ہے فرمانِ نبوّت سب سے بالا ہے مُروت جو
نہیں فرمان کوئی آپ کے فرمان سے بڑھ کر

کرے غیروں سے اپنوں سے کرے نفرت
کوئی ناداں نہیں دنیا میں اس نادان سے بڑھ کر

سبھی اظہار کرتے ہیں بس اپنے اپنے جذبوں کا
وگرنہ نعت کیا لکھے کوئی حسّان سے بڑھ کر

ہزاروں کو ملی ہے فقر کے دربار میں مسند
مگر کوئی کہاں ہے بوذر و سلمان سے بڑھ کر

پکارا دشمنوں نے جس کو صادق اور امیں کہہ کر
کسی کی شان ہو سکتی ہے اس کی شان سے بڑھ کر

جو مخلوقِ خدا سے مہرباں ہو کر نہیں ملتا
وہ بے شک آدمی ہو تب بھی ہے حیوان سے بڑھ کر

وہ میری جان لے کر بھی اگر خوش ہوں تو حاضر ہوں
میں کاشف چاہتا ہوں ان کو اپنی جان سے بڑھ کر

نعت

پروفیسر قاری عبدالرحمن ، جبلِ رحمت سکھر

زہے قسمت اگر اک سجدہ میں نے بھی کیا ہوتا

مرے ساقی اگر اک جُرعہ تونے بھی پیا ہوتا
مرا چاک گریباں اپنے ہاتھوں سے سیا ہوتا
اگر درِ محبت کی کسک تجھ کو بھی مل جاتی
قفس میں بیٹھ کر بھی آشیانے کا مزا ہوتا
تری مے نے شعورِ آدمیت کھو دیا میرا
ارے ظالم، مرے کاسے میں زم زم بھر دیا ہوتا
اگر اے بادلو، سوئے حرم چلنے کے موسم میں
مجھ ایسے ناتواں بے بال و پر کو سنگ لیا ہوتا
مرے آنسو اگر بارش کے قطروں میں ملے ہوتے
غلافِ کعبہ اور میزابِ رحمت تر کیا ہوتا
طواف و استلامِ حجرِ اسود میں بھی کر لیتا
چمٹ کر مُلتزم سے داغِ عصیاں دھولیا ہوتا
رسول اللہ کی سنت مقامِ ابراھیمی پر
زہے قسمت اگر اک سجدہ میں نے بھی کیا ہوتا
صفا مروہ پہ چلتا امّ اسماعیل کی سنّت
مری آنکھوں کی ٹھنڈک نقشِ پائے ہاجرہ ہوتا
مرے اعمال نامہ کی سیاہی دھل گئی ہوتی
اگر آنکھوں سے سیلاب ندامت بہ گیا ہوتا

پروفیسر خالد شبیر احمد

قلب روشن از خیالِ گنبدِ خضریٰ ہوا
جب سے فیضان جمالِ گنبدِ خضریٰ ہوا
حسنِ اعجازِ محمد سے ہیں روشن صحن و بام
نور افشاں خوش خصالِ گنبدِ خضریٰ ہوا
میں غزل گو ان دنوں حلقہ بگوشِ نعت ہوں
مجھ پہ یوں فیضِ کمالِ گنبدِ خضریٰ ہوا
گنبدِ خضریٰ پہ رقصاں نور کا زریں غلاف
برتر از ہر خط وخالِ گنبدِ خضریٰ ہوا
نعت گوئی ہے میرا یہ فکرو فن کا سلسلہ
مخزنِ جاہ و جمالِ گنبدِ خضریٰ ہوا
وہ ہے یکتا، لاجواب و بےمثال و لازوال
منفرد ہر اک کمالِ گنبدِ خضریٰ ہوا
اُس کی قربت سے رگوں میں دوڑتی ہے زندگی
ہجر مجھ کو انفصالِ گنبدِ خضریٰ ہوا
ہاں ہوس کی اس تپش میں میرا ذوقِ نعت ہی
مرکزِ شوقِ وصالِ گنبدِ خضریٰ ہوا
اک نگاہِ عاجزی سے پیاس میری بجھ گئی
زمزم و کوثر زُلالِ گنبدِ خضریٰ ہوا
جگمگا اٹھے میرے قلب و جگر کے سب اُطاق
مضطرب پہ یوں نوالِ گنبدِ خضریٰ ہوا
اب یہاں پر آئے ہو کس منہ سے دوں گا کیا جواب
مجھ سے جس پل یہ سوالِ گنبدِ خضریٰ ہوا
در کھلے ہیں مجھ پہ خالد آپ کے انوار کے
جب سے وقفِ ماہ و سالِ گنبدِ خضریٰ ہوا

حافظ محمد ظہور الحق ظہور، اسلام آباد

اسلام کا سورج کبھی ڈھلتے نہیں دیکھا

اللہ کا قانون بدلتے نہیں دیکھا ۔۔۔ جو اس کی قضا ہو اسے ٹلتے نہیں دیکھا
توحید کے گلشن میں خزاں آنہیں سکتی ۔۔۔ مشرک کو کبھی پھولتے پھلتے نہیں دیکھا
موسیٰ کے تو ساحل نے قدم چوم لئے ہیں ۔۔۔ فرعون کو دریا سے نکلتے نہیں دیکھا
جس شخص کی ہو زیست کا عنوان ہی توحید ۔۔۔ اس شخص کو عنوان بدلتے نہیں دیکھا
مُلحد ہے جو ہے منکرِ ارشادِ پیمبر ۔۔۔ ظلمت سے کبھی اس کو نکلتے نہیں دیکھا
جس دل میں سمائی ہو پیمبر کی محبت ۔۔۔ بدعات پہ اس دل کو مچلتے نہیں دیکھا
بجھتا نہیں پھونکوں سے چراغ اہل ہُدیٰ کا ۔۔۔ بس کفر کا اسلام پہ چلتے نہیں دیکھا
بڑھتے ہیں تو گھٹ جاتے ہیں خود کفر کے سائے ۔۔۔ اسلام کا سورج کبھی ڈھلتے نہیں دیکھا
سیلابِ حوادث ہوں کہ طوفانِ مصائب ۔۔۔ مسلم کو رہِ حق سے پھسلتے نہیں دیکھا
ہو جبر کی تلوار کہ دولت کی ہو جھنکار ۔۔۔ موقف کبھی مومن کا بدلتے نہیں دیکھا
مردانِ خدا غیرِ خدا سے نہیں ڈرتے ۔۔۔ جس دل میں ہو ایماں وہ دہلتے نہیں دیکھا
اللہ کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں ہے ۔۔۔ بچ کر کسی ظالم کو نکلتے نہیں دیکھا
تسکین ظہور! اس کو ملی یادِ خدا سے ۔۔۔ جس دل کو کسی طور بہلتے نہیں دیکھا

بقیہ از ص ۴۴

کے خاندان کو مالدار اور جماعت باقی رکھنے کے لئے اسکی جماعت میں کیوں شریک ہو؟ خاتم النبیین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے من شر الناس منزلة یوم القیمة عبد اذهب اخرة بدنیا غیرة. (رواہ ابن ماجہ) یعنی قیامت کے دن بد ترین لوگوں میں وہ شخص بھی ہوگا جو اپنی آخرت دوسرے کی دنیا کی وجہ سے برباد کرے۔

قادیانی مبلغین سے واضح طور پر ہمارا کہنا ہے اور بطور خیر خواہی ہے کہ دل کی آنکھیں کھولیں اور اپنی موت کے بعد کی زندگی کی فکر کریں عذاب الیم اور عقاب شدید سے اپنی جان بچائیں قرآن کریم کی یہ آیت فلا تغرنکم الحیوة الدنیا ولایغرنکم باللہ الغرور. بار بار پڑھیں اور اس کا مطلب ذہن میں بٹھائیں۔

امیر الاحرار(سید عطاء المحسن بخاری)

یہ ریزہ ریزہ جہاں بھی دیکھو

خباثتوں کا سماں بھی دیکھو
جہالتوں کا زماں بھی دیکھو
عراقیوں کے مکاں بھی دیکھو
یہ ریزہ ریزہ جہاں بھی دیکھو
اُداس بچے، وہ بکھری لاشیں
اُجاڑ موسم، خزاں بھی دیکھو

غلیظ، احمق، خسیس، ٹُن ٹُن
ہے کافروں کا امیر دیکھو
غلاظتوں کا سفیر دیکھو
دنائتوں کا اسیر دیکھو
بدی کے پیکر، یہ جرم پرور
مشیر دیکھو، وزیر دیکھو

زمانہ بھر کی نگاہ دیکھو
وہ شام دیکھو پگاہ دیکھو
جہان میرا اُجڑ رہا ہے
اسے بہ حالِ تباہ دیکھو
ہے کفر سرگرم آج دیکھو
یہ مست و رقصاں سپاہ دیکھو

ہیں خون آدم کی پیاسی آنکھیں
عُقابِ شب کا شکار دیکھو
ہے جن کی سنگت سراب وصرصر
چمن میں اُن کا شعار دیکھو
ثمر نہ گل ہے، نہ سبزہ رُستہ
چمن میں آئی بہار دیکھو

نہ چٹکی کلیاں، نہ مہکی گلیاں
ہیں باغبانوں کی جھوٹی بتیاں
چمن میں اُڑتے غبار سے ہیں
یہ خاک آلودہ غنچے کلیاں
ستم تو یہ ہے کہ دیکھتی ہیں
خود اپنی لاشوں کو اپنی اکھیاں

سید عطاء المحسن بخاری

"نظام کی تبدیلی"

نعرہ........ یا .... نظریہ؟

ہمارے اخبار نویس، کالم نویس، نقاد، ادیب اور وہ تمام کے تمام لوگ جو اخبارات سے متعلق ہیں، موجودہ نظام اور اس کے برگ و بار کے بارے میں پریشان تو ہیں مگر آج تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ لوگ اس نظام کی کون سی کل سیدھی کرنا چاہتے ہیں اور اس کی کون سی برائی سے پریشان ہیں۔ البتہ ان کے عجیب و غریب فقروں سے، جو فقر وفاقہ اور عسرت و تنگئ معاش پر چست کیے گئے کچھ اشارات ملتے ہیں مثلاً .... "اندیشوں کی گرمی اتنی ہے کہ آبگینہ تندئ صہبا سے پگھلا جائے ہے" .... اور یہ کہ ...... "جس ظالمانہ نظام کے ساتھ ہم سب بندھے ہوئے ہیں اسے تبدیل کرنے کی ہمت کوئی بھی نہیں کر رہا۔ جس طرح کوئی سگ آوارہ کسی گاڑی سے ٹکرا جائے تو اس کی لاش کو ہٹانے کی بجائے گاڑیاں مسلسل اس کے اوپر سے گزرتی رہتی ہیں حتّٰی کہ وہ سڑک کا جزو بن جاتا ہے کہ اسے وہاں سے الگ کرنا ممکن ہی نہیں رہتا" .... ایک اور صاحب رقم طراز ہیں کہ........ "جب کسی نظام میں اصلاح کی گنجائش اور بہتری کی امید نہیں رہتی تو پھر وہ نظام بھی نہیں رہ سکتا۔ اس نظام کی تبدیلی ناگزیر ہو جاتی ہے۔ یہ تبدیلی مثبت بھی ہو سکتی ہے منفی بھی۔ انقلاب بھی آسکتا ہے اور بغاوت بھی ہو سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا انقلاب اور خانہ جنگی کے دوراہے پر آن کھڑی ہوئی ہے" .... عیسائیوں کے نئے سال کے حوالے سے فکر فردا میں مبتلا لوگ یہی کچھ سوچتے ہیں اور لوگوں کو حیرانی کے صحرا اور قبرستان کی ویرانیوں کی نذر کر دیتے ہیں۔ لیکن یہ کیفیت ان افراد کی ہے جو مالی فراوانی کے سنگھاسن پر براجمان ہیں۔ جو دھنی ہیں قلم کے بھی اور سکھ چین کے بھی۔ ان کی تحریروں سے جھلکتا ہے کہ یہ نظام کی خرابیوں کے غم میں سُلگ رہے ہیں۔ فلاح آدمیت کی انہیں بہت چنتا ہے۔ ان کے بس میں ہو تو زندگی کے نشیب کو فراز بخش دیں۔ لیکن وہ فراز صرف فرازِ معاش ہو گا۔ اخلاق، اعمال، رویے اور جذبے توجوں کے توں رہیں گے۔ جیسے اب ہیں، یعنی نماز غائب، روزہ ندارد، "غرقِ مے ناب" کلمہ، قرآن، وردو شغل، ذکر وفکر.......... سگریٹ کے مرغولوں میں دھواں دھواں اور پھر شعر خانے سے لڑکھڑاتی آوازوں کا شور اٹھے گا....... یہ زندگی دھواں دھواں، "اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو،" استحصال اور استبداد مردہ باد۔ یعنی گھوم گھام کے وہی دولت، وسائل دولت اور ان پر انہی لڑکھڑانے والوں کا قبضہ، جائز یا ناجائز۔ کسی مقام پہ آجا کسی بہانے مل......... اے لکشمی دیوی جی! دولت کے حصول کے لئے پربھورام کے ہاں جانا بھی ان کی انا کے خلاف نہیں۔ گویا سارا نظاموں کا گورکھ دھندا دیوی کے گرد گھومتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر ساری تگ و دو اور ساری کاوشِ قلم اسی ہیرزم کشی کے لئے ہے

تو پھر امریکی ڈالر، برطانوی پاؤنڈ اور یورپی یورو کو حاصل کرنے والے اسرائیلی، امریکی، برطانوی، ایرانی اور پاکستانی برابر ہی تو ہوئے۔ اور یہ ایک ہی ترازو میں تولے جائیں گے۔ پاکستانیوں کی پھر خصوصیت کیوں ہوئی کہ جب سارے کے سارے دیوی کو ہی پوجتے ہیں اور اسی کے لئے جیتے مرتے ہیں، اسی نظام میں راضی ہیں، اس نرتکی کے دروازے سے سب کی آشا کو سکون ملتا ہے تو پھر تبدیلی، انقلاب یا بغاوت جیسی سوچ کیوں؟ پھر ایسے لوگ تو دیس کے دشمن اور آشاؤں کے مرگھٹ ہیں۔ تبدیلی اگر پسند ہے اور اس کی خواہشیں بھی کسمساتی ہیں تو جس تبدیلی کو اللہ پسند فرماتا ہے اس کی آس لگاؤ، اس کی جوت جگاؤ۔ اس تبدیلی کا من موھنا نام ہے ''اسلام''۔ جس میں نہ صرف معاشی مسئلہ حل ہوتا ہے بلکہ تمام دکھوں کا مداویٰ بھی اسی میں ہے۔ وہ اخلاقیات ہوں یا معاملات۔ جذبوں کی قدر بھی اسی میں ہے، رویوں کی بہتری بھی اسی میں ہے۔ اس تبدیلی کی طرف قدم سے قدم ملاؤ، کندھے سے کندھا ملاؤ اور اس پر جی جان سے قربان ہو جاؤ اور ایسے ہو جاؤ

خوشا وہ دیوانگی کا عالم کہ ہوش دنیا کا ہو نہ دیں کا
بس ایک سر ہو اور ایک سودا کسی کے گیسوئے عنبریں کا

شراب پی کر شعر کہنے والا، حرام کاری کر کے عفت و عصمت اور پاکیزگی کی مثنوی پڑھنے والا، لاکھوں روپے ڈکار کے غربت کے افسانے لکھنے والا، رشوت سے پلا ہوا پِلا بھوک کی داستان سنانے والا، اچھے کردار سے محروم حرمتوں کی پاسبانی کرنے والا، جھوٹ کے فسوں کا دلدادہ، سچ کا کڑوا گھونٹ پیئے۔ تصنع، بناوٹ، تملق، چاپلوسی کی خوئے بد اور بتانِ وہم و گماں کے اسیر و نخچیر قمار باز اور رات کے شہباز کیا تبدیلی لائیں گے۔ ان کے آب خورے میں جو جھلکتا ہے وہی باہر بھی چھلکے گا۔ عفونت عام ہو گی۔ زن تہی آغوش بے لگام ہو گی۔ خباثت و دناست سر چڑھ کر ناچے گی، سفلہ پن اور خوش پوشی راج کرے گی۔

۲

۱۹۳۷ء سے پہلے مسلم لیگ بھی دیگر نیشنلسٹوں کی طرح ہندوستان میں ہندو مسلم اتحاد کی خود فریبی میں مبتلا رہی۔ اسی سال صوبہ جاتی کونسلوں کے الیکشنوں میں مسلم لیگی امیدواروں نے ہندو سرمایہ دار سے خوب امداد لی لیکن وزارتوں کی تقسیم کا مرحلہ آیا تو مسلم لیگی ٹولے نے ایک طوفان برپا کر دیا۔ پھر ۱۹۳۸ء کے اجلاسوں میں پوری قوت کے ساتھ کانگریس کے خلاف کام شروع کر دیا۔ اسی سال مسٹر محمد علی جینا نے کروٹ لی اور برطانیہ سے واپسی پر مسلم لیگ کے ناخدا کا عہدہ سنبھال لیا اور چودھری رحمت علی مرحوم کے مجوزہ پاکستان کا نعرہ پسند کر لیا۔ دو سال کی تگ و دو کے بعد ۱۹۴۰ء میں قرارداد پاکستان لاہور منٹو پارک میں منظور کر لی گئی جس سے تحریک آزادی کا رخ مڑ گیا اور اب یہ تحریک ہندوؤں کے ہندوستان اور مسلمانوں کے پاکستان کی تحریک بن گئی۔ اس لیگی تحریک کے جیالوں نے سن ۴۴ء اور ۴۵ء میں نیشنلسٹ علماء و زعما کی جی بھر کے بے عزتی کی۔ ان کی عزت و آبرو کو خوب خوب بھنبھوڑا، لتاڑا اور جھنجھوڑا ....

ایک نعرہ ہر لیگی کارکن کی زبان پر سجا دیا گیا .... "پاکستان کا مطلب کیا، لا الہ الا اللہ"۔ تب سے اب تک یہی نعرہ فضا کو مرتعش کر رہا ہے، گونج رہا ہے، مگر اس کا ارتعاش اور گونج روز بروز پستیوں کی طرف گامزن ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ نعرہ بھی دیگر نعروں کی طرح سیاسی گرم بازاری کا نعرہ تھا۔ حقیقت پر مبنی اعتقادی نظریہ نہیں تھا۔ اگر یہ نعرہ اپنی حقیقتوں کیساتھ جلوہ نما ہوتا تو پاکستان میں لا الہ الا اللہ کی حکمرانی ہوتی۔ مگر پاکستان کا مطلب تو ہسٹاریکل لاج کی چھت پر کھڑا اپنے مستقبل کی طرف ایڑیاں اٹھا اٹھا کر دیکھ رہا ہے، زبان حال سے ساٹھ برس پر محیط ماضی کی نوحہ خوانی کر رہا ہے، مسلم لیگیوں کو مسلسل شرم پروف بنا رہا ہے اور کہہ رہا ہے۔.........

تم سے کہیں ملا ہوں مجھے یاد کیجئے
بھولی ہوئی صدا ہوں مجھے یاد کیجئے

اور اب ساٹھ سال بعد جھوٹ کا دوسرا خوبصورت روپ سامنے آیا ہے .... "شریعت بل" .... ہر چند کہیں کہ ہے نہیں ہے

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ پیکر شرافت و نجابت محمد نواز شریف صاحب اس بل کے ویسے ہی بانی مبانی ہیں جیسے نظریہ پاکستان کے بانی چودھری رحمت علی مرحوم تھے۔ چودھری صاحب کے پاکستان کو تو مسٹر محمد علی جینا ل گئے تھے۔ دیکھیں انہیں کون ملتا ہے۔

ع .... دیکھیں کیا گزرے ہے قطرے پر گہر ہونے تک

جہاں تک جمہوریت کے تابع پارلیمنٹ کا تعلق ہے تو ان پارلیمانی جمہوریت زادوں سے تو اس کی توقع ہی کارِ عبث ہے۔ چھوٹا جمہورا اگر ہاں کہ بھی دے تو بڑا جمہورا زنبور بن کر کام تمام کر دے گا یعنی .... کارِ طفلاں تمام خواہد شد

پھر سب سے بڑی رکاوٹ جو شریعت بل کی راہ میں کوہِ گراں ہے، وہ ہے میاں صاحب کی سودی معاملہ میں دوغلی پالیسی۔ نام شریعت کا لیتے ہیں اور سود کے حق میں اپیل بھی کر رکھی ہے۔ اسے واپس لینے کے ظاہری آثار بھی نظر نہیں آتے اور بقول اپوزیشن میاں صاحب کا ذاتی سود جو انہیں ہر سال وصول ہوتا ہے ایک ارب روپے سے متجاوز ہے اور جتنا کاروبار ہے وہ تمام سود پر مبنی ہے۔ نیز میاں جی نے جو قرض لے رکھا ہے اس پر بھی تو سود لگ رہا ہے جو میاں جی نے ادا کرنا ہے۔ اتنے تضادات ہیں شریعت کے نفاذ اور میاں جی کے ذاتی کردار میں

تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تماشا ایست

اور ہمارے دیس کے باسیوں میں جو لذتیں اقتداریوں نے بانٹ دی ہیں ان لذتوں سے دست کش ہونے کے لئے سیڈان پاکستان مسلمان تو آمادہ نہیں۔ اور یہی لذتیں اجتماعی تشکیک پیدا کرنے کا سبب ہیں۔ جدھر

نگاہ اٹھائیے لذتیت کا صد زبوں سنگ راہ بنا ہوا ہے۔ جس سے گفتگو ہوتی ہے وہی شرعی زندگی کو تنگنائے بتاتا ہے۔ مشرقی ملبوس میں مغرب کے اتنے پیوند لگ چکے ہیں کہ اس کو زیب تن کرنے والا اس کی لذتوں میں کھو چکا ہے۔ محمد نواز شریف صاحب یا محمد رفیق تارڑ صاحب کی کیا بساط کہ وہ ان چیتھڑوں کو پھاڑ سکیں۔ ایسا کام تو انقلابی لوگ ہی سرانجام دے سکتے ہیں۔ جو لوگ زندگی کی آسائشوں میں گھر چکے ہوں وہ کلفتوں سے نباہ نہیں کر سکتے! خزاں دیدہ تو بہاروں کی لذتوں کا قدر داں ہو سکتا ہے۔ مگر بہاروں، مصنوعی آبشاروں اور ویجی ٹیبل رویّوں کا رسیا خزاں کی باد سموم کی تاب نہیں لاسکتا۔ مشقتوں، محنتوں اور مشکلوں میں لمحات حیات سے نبرد آزما رہنے والا تو کسی پہلو سے زندگی کی گاڑی کھینچ لے جائے گا لیکن راحتوں، آسائشوں اور لذتوں کا دلدادہ راستے میں دم توڑ دے گا۔ جیسے میاں صاحب دم توڑتے نظر آتے ہیں۔ ان کی کشتیٔ مراد ساحل آشنا ہوتی نظر نہیں آتی اور اس کے سوار خوار ہوتے دکھائی دیتے ہیں (اللہ کرے یہ میری نظر کا دھوکہ ہو۔) میاں صاحب توجہ فرمائیں۔

ڈوبی یہیں کہیں ہے مری کشتیٔ الفت
موجیں تڑپ رہی ہیں کنارے اداس ہیں

میاں صاحب جس منزل پر کھڑے آپ اسے منزل مراد سمجھ رہے ہیں کہیں کسی بے دین دانشمند کا تارِ قفس نہ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ دوچار ہاتھ لب بام رہتے ہوں اور "ٹٹ جائے تڑک کر کے" .... یہ سہانا خواب بکھر جائے۔ اس سے بہتر ہے کہ اسے مصلحت آمیز جھوٹ جان کر چھوڑ دیجئے، کہیں یہ بھی ساٹھ برس پرانے دیمک خوردہ لیگی صحیفے کی طرح نیاز خم خوردہ لیگی وظیفہ نہ بن جائے۔

من نمی گویم زیاں کن یا بہ فکر سود باش
ای زفرصت بے خبر در ہرچہ باشی زود باش

بقیہ: ص ۱۷

ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ ایک تو تم خطرے میں ہو، دوسرے تمہارا ملک خطرے میں ہے۔ ہندوستان و پاکستان کے جو تعلیم یافتہ نوجوان یہاں آرہے ہیں، اگر وہاں رہتے تو جو دس بیس آدمی ان کے ماتحت کام کرتے ان کو تقویت ہوتی، ان کے والدین اور ہم قوم افراد کو تقویت ہوتی۔ عرب ممالک کے نوجوان کثرت سے یہاں ہیں، اگر یہ اپنے وطن میں ہوتے تو اسے منظم بناتے، طاقتور بناتے اور اپنی صلاحیتوں سے فائدہ پہنچاتے۔ محض تنخواہ کی زیادتی اچھے مکان اور بہتر خورد و نوش کے لئے یہاں آنا یہ بات بہت سوچنے کی ہے۔ آپ کو مجھ سے یہ توقع ہوگی کہ میں آپ کے لئے دل خوش کن باتیں کرتا، میں نے وہ باتیں کہیں جس سے آپ کے دل کو چوٹ لگے اور آپ اس مسئلہ پر سنجیدگی سے غور کریں۔ وما علینا الا البلاغ المبین۔ بشکریہ: ماہنامہ نسیم۔ برطانیہ

مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ

دیارِ غیر میں رہنے والے مسلمانوں سے خطاب

عصر حاضر میں اسلام کے عظیم داعی اور مفکر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے کئی سال پہلے کینیڈا کے دورے کے موقع مسلمانوں سے جو فکر انگیز اور بصیرت افروز خطاب فرمایا اس میں دنیا بھر کے تارکین وطن مسلمانوں کے لئے بہت بڑا پیغام ہے۔ مولانا کی یہ تقریر قارئین کی نذر ہے۔ (مدیر)

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

یعبادی الذین امنوآ ان ارضی واسعة فایای فاعبدون (سورة العنکبوت)

ترجمہ: اے میرے ایماندار بندو! میری زمین فراخ ہے، سو خاص میری ہی عبادت کرو۔

ذرائع اور مقاصد:۔

میرے بھائیو اور بہنو! اللہ تعالیٰ کے یہاں انسان کی زندگی کا مقصد بندگی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت اور اس کے احکام کے مطابق زندگی گزارنا اور آخرت کے لئے کوشش اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر چل کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا اصل مقصد یہ ہے۔ اس کے علاوہ جتنی چیزیں ہیں سب وسائل اور ذرائع ہیں۔ مقصد اور ذریعہ کا مطلب آپ سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے قرب کے ذرائع کو تلاش کرنا، مناسب احول تیار کرنا، قوت نافذہ حاصل کرنا، تاکہ اللہ تعالیٰ کی حکمتوں پر عمل آسان ہو جائے اور کوئی مجبوری کی شکایت نہ کر سکے اور کوئی دوسری طاقت اور دوسرا اقتدار اس میں خلل اندازی نہ کر سکے اور اس کے مقابل دوسری کوئی متوازی دعوت نہ دے سکے۔ اس کو قرآن مجید نے اپنے معجزانہ الفاظ میں بیان کیا ہے۔ حتی لا تکون فتنة ویکون الدین کله لله (الانفال. ۳۹)

ترجمہ: (اور تم ان کفار سے) اس حد تک لڑو کہ ان میں فساد عقیدہ (یعنی شرک) نہ رہے اور دین (خالص) اللہ ہی کا ہو جائے۔ یہاں تک کہ کشمکش جاتی رہے یعنی دو طاقتوں کے درمیان جو تصادم، ٹکراؤ (CLASH) ہوتا ہے وہ جاتا رہے۔ جس کی وجہ سے لوگ خواہ مخواہ انتشار میں پڑیں (CONFUSION) کا شکار ہوں کوئی کہے اُدھر چلو کوئی کہے اِدھر چلو۔ ویکون الدین کله لله ترجمہ: اور دین (خالص) اللہ ہی کا ہو جائے۔

یعنی طاقت و فرمانبرداری صرف اللہ تعالیٰ کی ہو۔ اسی کے لئے دعوت کا کام ہے، اسی کے لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ ضرورت ہو اور وقت آئے تو جہاد ہے۔ اسی کے لئے اسلام کو ایسی طاقت مہیا کرنا اور اقتدار پر لانا ہے کہ کمزور لوگوں کو بھی اللہ کے بتائے ہوئے راستے اور اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستے پر چلنا ایسا مشکل نہ ہو جائے کہ وہ کہیں کہ:

لا یکلف الله نفساً الا وسعها (البقره ۲۸۶)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ کسی شخص کو مکلف نہیں بناتا مگر اسی کا جو اس کی طاقت اور اختیار میں ہو۔

اصل مقصد اللہ کی بندگی: ان تمام ذرائع کا مقصد اللہ کی بندگی ہے۔

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (الذاریت ۵۶)

ترجمہ:- اور میں نے جن اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں۔

اس کے بارے میں ذہن تو پورے طور پر صاف کر لینا چاہیے میں نے یہاں یورپ میں پڑھے لکھے لوگوں کے ذہن میں اچھا خاصا الجھاؤ پایا کہ وہ ذرائع اور مقاصد کے درمیان فرق نہیں کر پاتے، مقصد صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کیا جائے اور اللہ تعالیٰ نے جو زندگی دی ہے، صلاحیتیں دی ہیں، انہیں ہم ایسے کاموں میں استعمال کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو اور زندگی کا مقصد پورا ہو۔ آخرت میں اللہ تعالیٰ ہم سے خوش ہو اور ہمیں اپنا قرب عطا فرمائے اور ہم اس کے سامنے سرخرو اور جنت میں ہمیں اونچے سے اونچا مقام حاصل ہو۔ یہ اصل مقصد ہے۔ یہ مقصد اگر کہیں پورا ہو رہا ہے تو بہت مبارک ہے اور اگر یہ مقصد خاص اپنے وطن میں پورا نہ ہو تو اسے خیرباد کہنا چاہیے۔ وطن جہاں آدمی پیدا ہوا ہے اور اس کے ذرہ ذرہ سے اسے محبت ہے اور جہاں آدمی پیدا ہوا ہے۔

خار وطن از سنبل و ریحان خوشتر

وہ چیزیں جو فطری طور پر آدمی کو محبوب ہوتی ہیں۔ وہ ساری وطن میں موجود ہوتی ہیں۔ لیکن مجھے یہ کہنا ہے کہ اگر وطن میں خدا کی بندگی نہ ہو سکے اور خدا کے احکام پر نہ چل سکے تو وطن کو دور سے سلام کرنا چاہیے۔ کہ خدا حافظ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت:

حتیٰ کہ مکہ مکرمہ کی سرزمین کہ جس کے اندر قدرتی طور پر ایسی محبوبیت اور دل آویزی ہے کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے: **فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم (ابراھیم ۳۷)**

ترجمہ:- تو آپ کچھ لوگوں کے قلوب ان کی طرف مائل کر دیجئے۔

اے اللہ لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ جیسے مقناطیس سے لوہا کھنچتا ہے ایسے یہ لوگ کھنچتے رہیں۔

محبوبیت حرم شریف اور اس میں بیت اللہ، آب زمزم، اس میں صفا اور مروہ پھر اس کے نزدیک منیٰ اور عرفات لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ یہاں مسلمانوں کے لئے خدا کی بندگی مشکل ہو رہی ہے تو فرمایا حبشہ چلے جاؤ۔ یہ کیوں فرمایا؟ دین پر قائم رہنے کے لئے فرمایا کہ یہاں نماز نہیں پڑھ سکتے، خدا کی عبادت نہیں کر سکتے ان کا سر زبردستی بتوں کے سامنے جھکا دیا جاتا ہے، ان کے سامنے خدا کی توہین کی جاتی ہے، زبردستی ان سے کفر کرانے کی کوشش کی جاتی ہے تو فرمایا کہ حبشہ چلے جاؤ۔ دو مرتبہ حبشہ کو ہجرت ہوئی۔ آخر میں خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ مکہ چھوڑ دو اور مدینہ چلے جاؤ۔ اللہ کے نام پر مکہ

جیسا شہر چھوڑا جاسکتا ہے تاکہ خدا کی عبادت آزادی کے ساتھ ہوسکے۔ تو دنیا کے اور شہر کس شمار وقطار میں ہیں۔ نیویارک ولندن ہو یا ٹورنٹو اور شکاگو ہو، دہلی ہو، لکھنؤ ہو، کوفہ ہو، بصرہ ہو، اندلس وقرطبہ ہو یا قاہرہ و دمشق ہو۔ اصل یہ ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کیا جاسکتا ہو وہ جگہ محبوب ہے اور رہنے کے قابل ہے۔

مجھے کہنا یہ ہے کہ میں یہاں آیا، میں نے یہاں بہت سے شہر دیکھے، یونائیٹڈ اسٹیٹ امریکہ اور اپنے بھائیوں کا قریب سے جائزہ لیا ہے، اب آپ کے یہاں کنیڈا آیا ہوں۔

ایک طرف تو مجھے مختلف ممالک کے مسلمانوں کو دیکھ کر خوشی ہوئی۔ فطری بات ہے کہ آدمی کو اپنے ہم جنس اور ہم مذہب لوگ ملتے ہیں تو خوشی ہوتی ہے لیکن دوسری طرف اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کیا آپ کو یہاں پورے طور پر اسلامی زندگی گزارنے کا موقع ہے اور کیا آپ کی آئندہ نسلیں اسلام پر قائم رہیں گی؟ آپ کے اندر جو اسلامی جذبہ تھا کیا وہ ویسا ہی روشن اور فروزاں رہے گا؟ یہ بات سوچنے کی ہے، آپ برا نہ مانیں۔ یہاں ہمارے اکثر بھائی مادی اغراض سے آئے ہیں۔ ہمارے ایک بھائی نے کہہ بھی دیا تھا کہ ''صاحب ہم تو یہاں کمانے کھانے کے لئے آئے ہیں۔''

یہ کوئی حرام بات نہیں ہے، کوئی گناہ کی بات نہیں ہے، لیکن جہاں خالص مادیت کی زندگی اور غفلت کا دور دورہ ہو وہاں جانے میں تو خیر حرج نہیں لیکن وہاں رہنے کا فیصلہ کرنا یہ بات سوچنے کی ہے۔ میں آپ سے صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ کو یہ اطمینان ہے کہ آپ یہاں اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کی منشا کے مطابق گذار سکتے ہیں اور دعوت کے کام میں مشغول ہیں اور یہاں آپ کے رہنے سے دین کو فائدہ پہنچ رہا ہے اور اس بات پر آپ کا دل گواہی دے کہ آپ اپنا ایمان بھی بچا رہے ہیں اور دوسروں کے ایمان کی فکر بھی کر رہے ہیں اور بقدر ضرورت معاشی جدوجہد میں مشغول ہیں تب تو ٹھیک ہے۔ میں بھی کہوں گا کہ آپ کا رہنا مبارک ہے۔ شاید آپ کے ذریعہ سے اللہ یہاں ہدایت عام کرے اور اسلام کی روشنی پھیلائے اور یہ خطہ کبھی اسلام کی دولت وسعادت سے ہمکنار ہو جائے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ ملک عرب کے سوداگر جب مشرق بعید، انڈونیشیا، ملیشیا اور بحر ہند کے جزیروں پر پہنچے تو جزیرے کے جزیرے مسلمان ہو گئے اور وہاں آج مسلمانوں کی کھلی ہوئی اکثریت ہے۔ آپ تحقیق ومطالعہ کریں گے تو معلوم ہوگا کہ اسلام زیادہ تر عرب تاجروں کے ذریعہ پھیلا، یا پھر صوفیاء کرام کے ذریعہ پھیلا۔

ہمارے برصغیر میں بھی سندھ وغیرہ کے علاقوں میں یا مسلم اکثریت کے علاقے مثلاً کشمیر و مشرقی بنگال صرف صوفیاء کرام کے شرمندۂ احسان ہیں۔ یہاں رہنے کے بعد اپنے ایمان اور اپنی آئندہ نسلوں کے اسلام کی حفاظت کا انتظام اور اطمینان آپ نے کر لیا ہے اور یہاں رہ کر آپ دعوت کا کام کرتے ہیں جو دوسروں کے لئے کشش کا باعث ہو تو آپ کے یہاں رہنے کا جواز ہی نہیں بلکہ یہ بہت بڑا جہاد ہے اور بہت

بڑی خدمت ہے۔

اگر ایسا نہیں ہے اور آپ کا مطمع نظر صرف کھانا کمانا ہے تو یہ مقصد مسلمانوں کے مقام سے میل نہیں کھاتا، صرف کھانے کمانے کے لئے اتنی دور دراز کی مسافت طے کرنا کسی مسلمان کے شایان شان نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی رزاقی، جغرافیائی حد بندی کی پابند نہیں، میں یہ سراسر عملی باتیں کررہا ہوں۔ علمی نکات اور موشگافیاں کسی اور موقع پر کوئی عالم بتائیں گے۔ میں نے جو کچھ یہاں دیکھا اس کی روشنی میں یہ چند عملی باتیں بے تکلف عرض کررہا ہوں۔ اگر آپ کی زندگی اور آپ کا یہاں قیام اسلام کے لئے مفید ہے اور اس کی راہ ہموار کرنا ہے تو میں فتویٰ دیتا ہوں کہ آپ کا یہاں رہنا نہ صرف جائز بلکہ ایک عبادت ہے۔ اگر اپنے ایمان اور بچوں کی دینی زندگی کی طرف سے اطمینان نہیں تو مجھے اس سے بہت ڈر معلوم ہوتا ہے کہ نہ جانے یہاں کس حالت میں موت آئے۔ ہم خدا کو کیا جواب دیں گے کہ صرف کھانے کمانے کے لئے وہاں گئے تھے۔ یہ نہ اسلامی کردار ہے نہ مسلمان کی شان ہے۔ ہاں اگر آپ نے یہ انتظام کرلیا کہ آپ کے ایمان پر ذرہ برابر آنچ نہ آئے، آپ کسی دینی دعوت اور اسلام کی تبلیغ کرنے والی تنظیم میں شریک ہیں، آپ نے ماحول بنایا ہے، کوئی ایسا حلقہ بنایا جس میں دینی باتیں ہوتی ہیں اور تذکیر ہوتی ہے، آخرت کی فکر ہوتی ہے۔ آپ یہاں غیر مسلموں کے سامنے ایسی زندگی پیش کررہے ہیں جس میں (CHARM) کشش ہے اور آپ نے اپنے بچوں کی دینی تعلیم کا انتظام کرلیا ہے۔ یہ بہت اہم بات ہے۔ قیامت کے دن بچوں سے جب پوچھا جائے گا کہ تم کیسے اس حالت میں آئے ہو کہ نہ ہمارا نام جانتے ہو نہ ہمارے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام جانتے ہو، نہ نماز جانتے ہو، تو وہ کہیں گے کہ ہمارے پروردگار ہم نے اپنے بڑوں کی بات مانی، انہوں نے جس راستے پر لگایا اس راستے پر ہم لگ گئے۔ انہوں نے ہمیں کہیں کا نہیں رکھا۔ قرآن مجید میں آتا ہے: ربنا انا اطعنا سادتنا وکبراءنافاضلونا السبیلا (الاحزاب ٦٧)

ترجمہ: اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کا کہنا مانا تھا، سو انہوں نے ہم کو (سیدھے) راستے سے گمراہ کیا تھا۔

آپ کے بچے بیشک اسکول جاتے ہوں گے لیکن کیا آپ نے ان کے لئے ایک وقت مقرر کیا ہے۔ جس میں توحید و رسالت اور دین کی تعلیم حاصل کریں؟ جس کے بغیر آدمی مسلمان ہو نہیں سکتا اور آپ انہیں بتائیں۔ یاایھاالذین آمنوا قوا انفسکم واھلیکم ناراً (التحریم ٦)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو تم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو (دوزخ کی) اس آگ سے بچاؤ۔

خبردار! اسلام کے علاوہ کسی اور راستے پر مرنا حرام ہے۔ کسی مسلمان بچے کی دینی تعلیم و تربیت کے بغیر زندگی سے اس کی موت بہتر ہے۔ ولا تموتن الا وانتم مسلمون. (آل عمران ١٠٢)

ترجمہ: اور بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا۔

اس صاف گوئی پر مجھے معاف کریں لیکن یہ عملی چیزیں جنہیں یہاں رہ کر آپ کو برتنا ضروری ہے۔ بچوں کی تعلیم اور یہاں اسلامی ماحول بنانے میں اگر آپ تھوڑا سا وقت دیتے ہیں تو آپ یہاں رہیے۔ شاید اللہ تعالیٰ نے اسی کے لئے آپ کو یہاں بھیجا ہے۔

ہندوستان و پاکستان اور ایشیائی ممالک سے ذہین نوجوانوں کی جوار بھاٹا کی طرح کی جو لہریں چلی آرہی ہیں وہ یہاں کا رخ کر رہے ہیں تا کہ اپنا دامن اور جھولی بھر لیں تو ان ملکوں کا کیا ہوگا جہاں سے اچھے تعلیم یافتہ اور ذہین لوگ مادی منافع کے خاطر اپنے ملکوں کو چھوڑ دیں، میں ان لوگوں کا یہاں رہنا ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے اپنے ایمان کی حفاظت اور غیر مسلموں میں دینی دعوت کو اپنا مقصد بنایا۔

چند عبرت انگیز واقعات

ورنہ یہاں تو یہ حال ہے کہ یہاں بوسٹن میں مقیم ہمارے ایک عزیز مولوی مدثر ندوی نے کہا کہ یہاں ایک حاجی صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔ تو انہیں فون آیا کہ آخری رسوم میں شریک ہوں۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے دیکھا کہ لاش کو تابوت میں رکھا ہے، سوٹ پہنایا ہوا ہے، ٹائی لگی ہے، سونے کی انگوٹھی پہنائی ہوئی ہے، عیسائی مرد، عورتیں آرہے ہیں۔ اور Kiss کر رہے ہیں، تابوت پر پھول ہار وغیرہ ڈال رکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس نوجوان کی عمر میں برکت دے، آخر عربی مدرسوں میں پڑھنے سے فائدہ ہی ہوتا ہے۔ اس نے ان مرحوم کے لڑکے کو بلایا اور کہا کہ میں جانتا ہوں، انہوں نے پوچھا کیوں؟ وجہ یہ ہے کہ میں جو کچھ کہوں گا آپ کریں گے نہیں۔

ان صاحب نے کہا کہ ہم نے آپ کو بلایا ہے۔ ہم آپ کی بات مانیں گے۔ مولوی مدثر نے کہا کہ پہلے تو ان کا سوٹ اتاریئے، لوگوں کو یہاں سے علیحدہ کیجئے، ہم ان کو شرعی طریقہ سے غسل دیں گے، کفن پہنائیں گے۔ یہ انگوٹھی بھی نکال دیجئے۔ ان صاحب نے کہا انگوٹھی نہ اتاریئے گا ورنہ ہماری والدہ کا ہارٹ فیل ہو جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ ہم انگوٹھی ضرور علیحدہ کریں گے۔ اگر آپ کی والدہ کے ہارٹ فیل کا خطرہ ہو تو انہیں نہ بتائیے۔ خیر وہ راضی ہوئے۔

وہ تو اتفاق تھا کہ ہمارے یہاں کا پڑھا ہوا بچہ وہاں پہنچ گیا ورنہ خدا جانے کتنے مسلمان اس ملک میں ایسے دفن ہو گئے ہوں گے۔ ایک اور واقعہ سنا جس سے بڑی عبرت ہوئی کہ ایک مصری عالم کا انتقال ہوا جن کی بیگم امریکن تھی، مسلمانوں کا قبرستان ذرا دور تھا تو عیسائیوں کے قبرستان میں انہیں دفن کر دیا گیا۔ یہ چیزیں وہ ہیں کہ جنہیں ایک مسلمان خواب میں دیکھ لے تو چیخ اٹھے کہ یا اللہ خیر فرما، تو ہی حفاظت فرما، چہ جائیکہ یہ واقعات عام ہو جائیں اور ہم سن کر اپنی کوئی فکر نہ کریں۔

دوہرا خطرہ

بھائیو! اپنی فکر کرو، اپنی اولاد کے اسلام پر قائم رہنے کا بندوبست کرو، ورنہ آپ لوگوں کا یہاں رہنا

بقیہ ص ۱۲ پر

مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری (مدینہ منورہ)

مرزائیوں کے غور فکر کے لئے

والصلوٰة والسلام علی خاتم الانبیاء والمرسلین سیدنا و مولانا محمد وعلیٰ آله وصحبه اجمعین ومن تبعهم باحسان الیٰ یوم الدین امابعد:۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے معتقدین نے مکرو فریب اور جھوٹ و بہتان اختیار کر کے مرزا قادیانی کو مجدد یا مہدی یا مسیح موعود یا ظلی بروزی النبیین یا افضل انبی ماننے اور جاہلوں سے منوانے کے لئے جو نام نہاد دلیلیں فراہم کی ہیں ان کے بارے میں حضرات علماء کرام بہت کچھ لکھ چکے ہیں اور قادیانیوں کی بار با تردید کر چکے ہیں لیکن .... چونکہ انہیں سورۃ الاحزاب کی آیت کریمہ

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول الله وخاتم النبین.

کی تصریح کے خلاف ہی عقیدہ رکھنا ہے اور انہیں یہی محبوب ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ عامتہ المسلمین، خاص کر بے علم مسلمانوں کے دلوں سے ایمان کھرچتے رہیں۔ اس لئے اپنے ضلال و الحاد اور زندیقیت سے باز نہیں آتے۔ دشمنان اسلام یہود و نصاریٰ نے چونکہ انہیں اسی کام پر لگا دیا ہے اور ان سے قادیانیوں کا خاص گٹھ جوڑ ہے اور مسلمانوں ہی کے لئے دشمنوں نے اس فتنہ کو اٹھایا ہے۔ اسی لئے قادیانی مبلغین آخرت سے غافل ہو کر اپنے دنیوی مفاد کے لئے قادیانیت کی تبلیغ کرتے پھرتے ہیں اور ان کی یہ محنت ہندوؤں میں، عیسائیوں میں، یہودیوں میں اور دہریوں میں نہیں ہے۔

بے علم مسلمانوں میں یہ محنت کرتے ہیں (ہمارے نزدیک بے علم لوگوں سے وہ لوگ مراد ہیں جو دور دراز گاؤں میں رہتے ہیں۔ جاہل محض ہیں اور وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے دنیوی ڈگریاں تو حاصل کر لی ہیں لیکن قرآن و حدیث اور عقائد اسلامیہ سے ناواقف ہیں۔ جن پر امت مسلمہ کا اجماع ہے) چونکہ احادیث شریفہ میں مجددین کے آنے کا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی کی تشریف آوری کا ذکر آیا ہے اس لئے ماضی بعید کی تاریخ سے ایسے لوگوں کا تذکرہ ملتا ہے جنہیں شہر کی طلب اور حب جاہ کی تڑپ نے دعویٰ مہدویت یا مسیحیت پر آمادہ کر دیا۔ اور بعض لوگ ایسے بھی اٹھے جنہوں نے نبوت کا اعلان کر دیا۔

مجددی کوئی ایسا عہدہ نہیں ہے جس کا دعویٰ کیا جائے یا کسی کے مجدد ہونے پر ایمان لایا جائے۔ حدیث شریف میں یہ وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے افراد کو بھیجتا رہے گا جو امت محمدیہ مسلمہ میں دین کی تجدید کرتے رہیں گے۔ یعنی دین کو پھیلائیں گے اور جو اسلامی طریقے لوگوں سے چھوٹ گئے ہونگے ان کو زندہ کریں گے۔ اس میں یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر زمانہ میں ایک ہی شخص مجدد ہو۔ بہت سے حضرات سے اللہ تعالیٰ تجدید کا کام لیتا ہے۔ جو ایک ہی زمانے میں ہوتے ہیں۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۸۷ میں ہے کہ

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے تو مسلمانوں کا امیر کہے گا صَلِّ لَنَا (ہمیں نماز پڑھا دیجئے) وہ فرمائیں گے لاان بعضکم علی بعض امراء تکرمہ اللہ ھذہ الامۃ (میں نہیں پڑھاتا بے شک تم میں بعض بعض کے امیر ہیں اس امت کو اللہ تعالیٰ نے کرامت سے نوازا ہے) اور سنن ابن ماجہ ص ۲۹۸ میں ہے کہ مسلمانوں کا امام رجل صالح ہوگا وہ صبح کی نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھ چکا ہوگا اچانک حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو نگے وہ امام پیچھے ہٹ جائے گا تاکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آگے بڑھائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے مونڈھوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر فرمائیں گے کہ تم ہی آگے بڑھو اور نماز پڑھاؤ کیونکہ آپ ہی کی امامت کے لئے نماز قائم کی گئی ہے۔ چنانچہ وہی امام (جو پہلے آگے بڑھ چکے تھے) حاضرین کو نماز پڑھا دیں گے۔

دفتر ختم نبوت گوجرانوالہ میں کام کرنے والے ایک دوست سے ملاقات ہوئی، انہوں نے بتایا کہ دیہاتوں میں جو لوگ قادیانی ہیں بے پڑھے ہیں کچھ بھی نہیں جانتے ان کو تبلیغ کی جائے اور سمجھایا جائے تو وہ سنن ابن ماجہ کی روایت سنا دیتے ہیں " لا المھدی الاعیسیٰ ابن مریم " تعجب کی بات ہے کہ اس سے مرزا قادیانی کا نبی ہونا کیسے ثابت ہو جاتا ہے؟ لیکن قادیانی مبلغ ان کے پاس جاتے ہیں انہیں بتا دیتے ہیں کہ دیکھو ہم اس حدیث کو مانتے ہیں۔ جاہل لوگ نہ کچھ سوال کر سکتے ہیں نہ جواب دے سکتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ اس سے مرزا قادیانی کی نبوت ثابت ہو گی (العیاذ باللہ)

چونکہ ملحدین اور زندیق لوگوں کے پاس دین و ایمان نہیں ہوتا اس لئے نہ قرآن و حدیث کی تصریحات کو مانتے ہیں نہ عقل کو کام میں لاتے ہیں، فرض کرو حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ کی ایک ہی شخصیت ہو تب بھی اس سے یہ کیسے لازم آیا کہ مرزا قادیانی نبی ہو جائے۔

یہ لوگ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ مہدی علم نہیں ہے صفت کا صیغہ ہے اور عیسےٰ علم ہے اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اخیر زمانہ میں کامل صاحب ہدایت حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہوں گے (کماذکرہ محشی سنن ابن ماجہ) پھر یہ حدیث شواذ میں سے ہے۔ دوسری احادیث جو حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں ان سے صاف ظاہر ہے کہ مہدی کی شخصیت اور ہے ان کا نام "محمد" ہوگا اور ان کے والد کا نام وہی ہوگا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کا نام تھا (ا) (عبداللہ) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت اور ہے ان کا نام عیسیٰ ہے اور مسیح لقب ہے۔

ان لوگوں کو سنن ابن ماجہ میں صرف یہی حدیث نظر آئی (جبکہ اس سے بھی ان کا مدعیٰ ثابت نہیں ہوتا) اور حدیث کی دوسری کتابوں میں بلکہ سنن ابن ماجہ میں بھی کوئی اور حدیث نظر نہ پڑی اور اگر نظر پڑی تو ان کے زندیق مبلغین نے اس کو چھپا دیا اور جاہلوں کو دھوکہ دینے کے لئے یہ روایت یاد کرا دی۔ ہم سنن ابن ماجہ ہی کو سامنے رکھ کر حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں روایات نقل کرتے ہیں۔ دیکھئے

سنن ابن ماجہ ص ۳۰۰ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ المھدی من ولد فاطمہ (یعنی مہدی حضرت فاطمہ کی اولاد میں سے ہونگے)

مرزا قادیانی کے معتقدین بتائیں کہ وہ تو خاندانی اعتبار سے مرزا تھا۔ سادات بنی فاطمہ میں سے نہیں تھا۔ بتائیے پھر کیسے مہدی ہو گیا؟ سنن ابی داؤد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المھدی من عترتی من ولد فاطمہ اور ابوداؤد میں یہ بھی ہے کہ المھدی منی اجلی الجبھۃ اقنی الانف یملا الارض قسطاً وعدلاً کماملئت ظلما وجوراً ویملک سبع بسنین۔

(مہدی مجھ سے ہوں گے ان کی پیشانی روشن ہو گی ناک بلند ہو گی وہ زمین کو انصاف اور عدل سے بھر دیں گے جیسا کہ وہ ان کی آمد سے پہلے ظلم وستم سے بھری ہوئی ہو گی اور وہ سات سال تک حکومت کریں گے۔)

اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں معلوم کیجئے۔ سنن ابن ماجہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

لاتقوم الساعۃ منی ینزل عیسیٰ ابن مریم حکماً مقسطاً اماماً عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد (۲)

قیامت قائم نہیں ہو گی یہاں تک کہ عیسیٰ بن مریم نازل ہو جائیں۔ وہ انصاف کے ساتھ فیصلہ دینے والے ہونگے اور امام عادل ہونگے۔ صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کر دینگے اور جزیہ ختم کر دیں گے اور مال کو بہا دیں گے۔ (یعنی خوب زیادہ سخاوت کریں گے) یہاں تک کہ کوئی بھی مال قبول نہیں کرے گا، یعنی مال کی کثرت کی وجہ سے کوئی بھی لینے کو تیار نہیں ہو گا۔

اب قادیانی ملحد یہ بتائیں کہ مرزائے قادیان مسیح موعود کیسے بنا؟ نہ وہ عیسیٰ ابن مریم تھا۔ نہ وہ کبھی حاکم بنا نہ اس نے صلیب کو توڑا نہ خنزیر کو قتل کیا نہ جزیہ ختم کیا نہ مال کی سخاوت کی۔ وہ تو خود مریدین و معتقدین سے مال کھینچنے والا تھا۔ مزید سنئے، اسی سنن ابن ماجہ میں ہے ص ۲۹۸ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دروازہ کھولنے کا حکم دیں گے، دروازہ کھولا جائے گا تو دجّال سامنے آجائے گا۔ اس کے ساتھ ستر ہزار یہودی ہوں گے جو تلواریں لئے ہوئے ہونگے۔ جب دجّال حضرت عیسٰی علیہ السلام کو دیکھ لے گا تو ایسے پگھلے گا جیسے پانی میں نمک پگھلتا ہے۔ اور وہاں سے بھاگ کھڑا ہو گا۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام اس کا پیچھا کریں گے اسے "باب لد" قریب شرقی جانب پکڑ لیں گے اور اس کو قتل کر دیں گے۔ اس وقت یہودی شکست کھا جائیں گے اور درختوں اور پتھروں اور دیواروں کے پیچھے چھپتے پھریں گے۔

(باب لد دمشق ہی ہے جو شام کا مشہور شہر ہے) اب قادیانیت کے پھیلانے والے، مسلمانوں کے دلوں سے ایمان کھرچنے والے بتائیں کہ مرزا قادیانی کے زمانہ میں دجّال کب نکلا جس کے ساتھ ستر ہزار یہودی تھے اور اس کو مرزا نے کب قتل کیا، کیا مرزا کبھی دمشق گیا ہے؟ کیا باب لد سے گزرا ہے؟ کیا اس کے زمانہ میں وہ دجال نکلا تھا جس کے بارے میں کتب حدیث میں پیش گوئی ہے؟ کیا دجّال سے مرزا ملا تھا؟ "باب لد" میں اسے اس نے کب قتل کیا ہے؟ مرزا دمشق تو کیا جاتا وہ تو حرمین شریفین کی زیارت سے بھی محروم رہا۔

قادیانیو! تمہارے پاس جھوٹ کے پلندوں کے سوا کچھ اور بھی ہے؟ تمہیں دوزخ سے بچنے کی ذرا بھی فکر ہے؟ یہ جو کہتے ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہو گئی اور مسیح موعود تمہارا مرزا ہے۔ اس کا جھوٹ ہونا سنن ابن ماجہ کی مذکورہ بالاروایت سے ثابت ہو رہا ہے اور ہاں سنن ابن ماجہ میں یہ بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں یاجوج ماجوج نکلیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کہ اے عیسیٰ میرے بندوں کو لے کر کوہ طور کی طرف چلے جائیے میں اپنے ایسے بندے نکالنے والاہوں جن سے مقابلہ کرنے کی کسی کو طاقت نہیں (سنن ابن ماجہ ص ۲۹۷) اس کے بعد یاجوج ماجوج نکلیں گے اور زمین پر پھیل جائیں گے۔ ارے قادیانیو! اب بتاؤ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اہل ایمان کو کوہ طور پر لیجانے کا اور یاجوج ماجوج کے نکلنے کا واقعہ دنیا کی تاریخ میں کب پیش آیا؟ جب وہ دنیا میں تشریف فرما تھے اس وقت تو یاجوج ماجوج نکلے نہیں تھے۔ لامحالہ جب قرب قیامت میں آسمان سے نازل ہوں گے اس وقت یہ واقعہ پیش آئے گا۔ معلوم ہوا کہ تمہارا یہ کہنا کہ ان کی وفات ہو گئی ہے یہ جھوٹ ہے اور تمہارا یہ کہنا کہ مسیح موعود تمہارا مرزا ہے حدیث بالا سے اس کا جھوٹ ہونا ظاہر ہو گیا۔ کیونکہ تمہارا مرزا کبھی طور پر نہیں گیا۔ اور یاجوج ماجوج کا خروج اب تک نہیں ہوا، اس کی تفصیل سنن ابن ماجہ میں مذکور ہے (۳) جو روایات ہم نے نقل کی ہیں حدیث کی دوسری کتابوں میں بھی ہیں لیکن سنن ابن ماجہ کا حوالہ خصوصیت کے ساتھ اس لئے دیا کہ قادیانی جو بحوالہ سنن ابن ماجہ لامھدی الا عیسیٰ ابن مریم پیش کرتے ہیں ان پر واضح ہو جائے کہ سنن ابن ماجہ میں حضرت عیسیٰ اور حضرت مہدی علیہما السلام کے بارے میں دوسری احادیث بھی موجود ہیں ان کی طرف سے آنکھیں بیچ رکھی ہیں۔

قادیانیو! چونکہ تمہارے نزدیک خاتم النبیین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم نہیں ہوئی اس لئے آپ کے بعد مرزا قادیانی کو نبی مانتے ہو اور اس کی تبلیغ کرتے ہو۔ اور قرآن کریم نے جو خاتم النبیین بتایا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے بارے میں انا خاتم النبیین فرمایا ہے (صحیح بخاری ج ۱) اور اپنے اسماء بتاتے ہوئے العاقب الذی لیس عدہ نبی فرمایا ہے (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۱) اور اپنے بارے میں لانبی بعدی (۴) فرمایا ہے (کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے ان سب واضح اعلانات کا انکار کرتے ہو اس لئے سب مسلمان تمہیں کافر کہتے ہیں اور تم بھی انہیں ختم نبوت کے عقیدہ کی وجہ سے کافر کہتے ہو۔ اب تم یہ بتاؤ کہ خاتم النبیین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تمہارا کیا عقیدہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو یہ عقیدہ تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور جبرائیل علیہ السلام کے بارے میں کیا عقیدہ ہے؟ وہ سورۃ الاحزاب کی آیت لے کر نازل ہوئے جس میں سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تصریح ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں (یاد رہے کہ قرأت متواترہ میں خاتم النبیین تاء کے زبر کے ساتھ بھی ہے اور تاء کے زیر کے ساتھ۔ زیر والی قرأت سے صاف واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں اس میں افضل النبیین والی تمہاری تاویل و تحریف نہیں چلتی)

اس کے بعد یہ بتاؤ کہ خاتم النبیین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سے صحابہ اور تابعین اور محدثین اور ائمہ

مجتہدین اور تمام مسلمین چاروں امام اور ان کے مقلدین جو قرآن و حدیث کی تصریحات کے مطابق خاتم النبیین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو جانے کا عقیدہ رکھتے تھے وہ کافر تھے یا مومن؟ تمہارے عقیدہ کے مطابق ان سب کا کافر ہونا لازم آتا ہے جب وہ حضرت کافر تھے (العیاذ باللہ) تو ان کی کتابوں سے کیسے استدلال کرتے ہو (سنن ابن ماجہ اور تمام کتب حدیث ان ہی حضرات کی روایت کی ہوئی ہیں۔) اگر وہ لوگ مسلمان نہیں تھے جیسا کہ موجودہ مسلمانوں کو تم کافر کہتے ہو تو تمہارا اسلام سے اور قرآن و حدیث سے اور قرآن وحدیث کی روایت کرنے والوں سے بلکہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تعلق رہا؟ یہ سب حضرات عقیدہ ختم نبوت کے حامل تھے اور تم کہتے ہو کہ ان کا یہ عقیدہ غلط ہے اگر کوئی مرزائی یوں کہے کہ دور حاضر کے مسلمانوں کو اس لئے کافر کہتے ہیں کہ انہوں نے مرزا کی نبوت کا انکار کر دیا اور ان کے دعوائے نبوت سے پہلے جو لوگ تھے ان کے سامنے مرزا کا ظہور نہیں ہوا تھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اصل مسئلہ کا تعلق عقیدہ ختم نبوت سے ہے کسی شخص کے دعویٰ نبوت کرنے یا نہ کرنے سے نہیں ہے۔ اگر مرزا نبوت کا دعوی نہ کرتا تب بھی عقیدہ ختم نبوت کے منکر کافر ہی ہوتے۔

قادیانیو! تمہارے عقیدہ کے مطابق تو کوئی بھی حق پر نہ رہا اللہ نے بھی ختم نبوت کا اعلان غلط کیا (العیاذ باللہ) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی لانبی بعدی غلط فرمایا (العیاذ باللہ) اور حضرات صحابہ اور تابعین اور ان کے بعد کے تمام مسلمان جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخر الانبیاء اور خاتم الانبیاء مانتے تھے سب کو کافر بنا دیا مسلمانوں کے عقائد کی کتابوں میں تو یہی لکھا ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو گئی دیکھو شرح عقائد نسفی میں ہے

واول الانبياء آدم واخرهم محمد عليه السلام

صدیوں سے یہ کتاب مسلمان پڑھتے پڑھاتے رہے ہیں اور اس کے مطابق ان کا عقیدہ رہا ہے۔ اور الاشباہ والنظائر میں ہے اذالم یعرف ان محمداً آخرالانبیاء فلیس بمسلم لانہ من الضروریات (جس نے یہ نہ پہچانا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب نبیوں میں آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں ہے۔ اس لئے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی ماننا ضروریات دین میں سے ہے) قادیانیوں نے تو سب کا صفایا کر دیا کروڑوں مسلمانوں کو کافر بنا دیا عقیدہ سے تو کوئی مؤمن ہی نہیں۔

اے قادیانیو! خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تمہاری زد سے نہیں بچے کیوں کہ آپ ﷺ کا عقیدہ تھا کہ میں خاتم النبیین ہوں جب تمہارا یہ حال ہے تو کون سے اسلام کی دہائی دیتے ہو اور بار بار یوں کہتے ہو کہ ہم مسلمان ہیں

نبوت کا دعوی کرنے سے پہلے خود تمہارا مرزا قادیانی بھی اس بات کا قائل تھا کہ خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی بھی نبی آنے والا نہیں اس نے اپنے رسالہ ایام صلح میں لکھا ہے کہ حدیث لانبی بعدی میں نفی عام ہے۔ بس یہ کس قدر جرات و دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی

پیروی کر کے نصوص صریحہ قرآن کو عمداً چھوڑ دیا جائے اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے اور اس کے بعد وحی جو منقطع ہو چکی تھی پھر سلسلہ وحی نبوت کا جاری کر دیا جائے کیونکہ جس میں شان نبوت باقی ہے اس کی وحی بلاشبہ نبوت کی وحی ہو گی۔ اور جامع مسجد دہلی میں ۲۳ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں مرزا قادیانی نے اعلان کیا تھا کہ ''اب میں مفصلہ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانہ خدا جامع مسجد دہلی، میں کرتا ہوں کہ میں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں (رسالہ تبلیغ رسالت از مرزا قادیانی)

لهذا تمہارا مرزا قادیانی اسلامی عقیدہ کے اعتبار سے اور خود اپنے اقرار سے نبوت کا دعویٰ کر کے کافر ہو گیا تم لوگ جو اسے نبی کہتے ہو قرآن و حدیث کی رو سے اور خود اس کے سابق اعلان کے اعتبار سے کافر ہو گئے۔ جب تمہارے مرزا نے خود کہہ دیا کہ لانبی بعد میں نفی عام ہے اس کے بعد کسی بھی طرح کی نبوت کا دعویٰ کرنا یہی دعویٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو ہوا کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمان ہو سکتا ہے۔

اور مرزا کی جھوٹی نبوت کو قبول کرنے کے لئے جو مرزا نے نکتہ نکالا ہے کہ میں ظلی یا بروزی اور یہ کہ میری صورت میں محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ تشریف لائے ہیں کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا اور بتایا تھا کہ میں دوبارہ دوسری شکل میں آؤں گا؟ جب آپ نے یہ نہیں فرمایا تو تمہارے مرزا نے خود اپنے پاس سے یہ بات کیسے کی کہ نبوت جاری ہو سکتی ہے۔ خود ہی کہہ دیا کہ لانبی بعدی میں نفی عام ہے فلعنۃ اللہ علی الکذبین۔

قادیانیوں کا سارا دھندا جھوٹ اور مکرو فریب تو ہے ہی مسلمانوں کو جب دعوت دیتے ہیں تو شروع میں جماعت احمدیہ کے نام سے تعارف کراتے ہیں کچھ اخلاق کی اور خدمت اسلام کی باتیں کرتے ہیں جب آدمی تھوڑا سا متاثر ہو جاتا ہے تو ذرا سے پر نکالتے ہیں مرزا قادیانی کا نام سناتے ہیں پہلے اسے، مهدی یا مجدد بتاتے ہیں پھر آہستہ آہستہ فریب کے جال میں پھنساتے پھنساتے مرزا کی نبوت کا اقراری بنا لیتے ہیں جو کسی شخص کو ختم نبوت کا عقیدہ معلوم ہو اور وہ شروع ہی میں یوں کہدے کہ تم مسلمان نہیں ہو ختم نبوت کے عقیدہ کے منکر ہو مرزا قادیانی کی نبوت کے قائل ہو تو بالکل برملا کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو نبی نہیں مانتے بچارے طرف یہ بات غلط منسوب کی جاتی ہے ہم تو مجدد مانتے ہیں حالانکہ جس شخص نے نبوت کا دعوی کیا ہو اسے مجدد ماننا بھی کفر ہے۔ مجدد وہ ہے جو خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی تجدید کرے یعنی اس کی اتنی خدمت کرے کہ عام طور سے جو شریعت کے احکام چھوڑ دیئے گئے ہوں انہیں زندہ کرے اور امت میں پھیلائے مرزا قادیانی نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی کچھ بھی خدمت نہیں کی بلکہ انگریزوں کو خوش کرنے کے لئے جہاد کی منسوخی کا اعلان کر دیا خاتم الانبیاء سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاری

کئے ہوئے حکم جہاد کو منسوخ قرار دیدیا بھلا کسی کو اس حکم کے منسوخ کرنے کی کیا مجال ہے جسے اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں مشروع فرمایا ہے اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل کیا ہو اور قیامت تک جاری رکھنے کا فیصلہ فرمادیا۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

لا تزال طائفة من امتی یقاتلون علیٰ الحق ظاھرین علی من ناواھم حتی تقاتل آخرھم المسیح الدجال (رواہ ابو داؤد)

ہمیشہ میری امت میں سے ایک جماعت حق پر قائم رہے گی یہ لوگ اپنے دشمنوں پر غالب رہیں گے یہاں تک کہ ان کا آخری گروہ مسیح دجال کو قتل کرے گا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

والجھاد ماض مذ بعثنی اللہ الی ان یقاتل اخر ھذہ الامۃالدجال لایبطلہ جور جائر ولاعدل عادل. (رواہ ابوداؤد)

اور جہاد برابر جاری رہے گا جب سے مجھے اللہ نے مبعوث فرمایا یہاں تک کہ اس امت کا آخری گروہ دجال سے قتال کرے گا اور کسی ظالم کا ظلم اور کسی عادل کا عدل اسے باطل نہیں کرے گا۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۱۸ ازابوداؤد)

خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ فرمائیں کہ جہاد ہمیشہ کے لئے جاری ہے جو دجال کے قتل کرنے تک جاری رہے گا لیکن مرزا قادیانی دجال کہتا ہے کہ میں جہاد کو منسوخ کرتا ہوں۔ یہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی تجدید ہے یا تنسیخ ہے؟ پھر عجیب بات یہ ہے کہ مرزا نے اپنے بارے میں بھی یوں کہا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی دوسری صورت میں تشریف لائے ہیں اور یہ پہلی صورت سے زیادہ اکمل ہے اور یوں بھی کہا کہ میں ظلی بروزی نبی ہوں دعویٰ یہ ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری صورت میں دوبارہ آئے ہیں لیکن ان کے دین پر ہاتھ صاف کیا جارہا ہے اور ان کے بتائے ہوئے احکام کو منسوخ کیا جارہا ہے سچ یہ ہے کذاب کا کوئی دین نہیں ہوتا اسے یہ بھی یاد نہیں رہتا ہے کہ میں نے پہلے کیا کہا تھا۔ دروغ گورا حافظہ نہ باشد۔

اب قادیانیوں نے یہ طریقہ نکالا ہے کہ ٹیلیفون کی ڈائری اٹھاتے ہیں اس میں سے ٹیلیفون نمبر لیتے ہیں اور پتہ نوٹ کرتے ہیں پھر اسے خط لکھتے ہیں یا ٹیلیفون پر بات کرتے ہیں اور اسے باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہم تو مظلوم ہیں۔ مسلمان ہیں کلمہ گو ہیں زبردستی ہم پر کفر لاگو کیا جارہا ہے جب پاکستان اسمبلی نے تمہیں کافر قرار دیدیا جس کے ممبران سیاسی پارٹی کے لوگ تھے اور ہر جماعت کے لوگ تھے (علماء تو تھوڑے ہی سے تھے) اب یہ رونا اور گانا کہ ہم مظلوم مسلمان ہیں بے علم لوگوں کو دھوکہ دینے کے سوا کیا ہے۔؟

قادیانیو! ذرا ہوش کی دوا کرو یہ دنیا یہیں دھری رہ جائے گی اپنے بارے میں دوزخ میں جانا کیوں طے کرلیا ہے اور مسلمانوں کے دلوں سے کیوں ایمان کھرچتے ہو اس جان کو دوزخ سے بچاؤ اور مرزا طاہر اور اس

بقیہ ص ۔۔۔ پر

محمد عمر فاروق

استعماری ایجنٹ اور ان کا محاسبہ

دنیا کے اکثر ممالک چند عشرے پہلے تک صیہونی خفیہ تنظیم "فری میسن" کی آہنی گرفت میں تھے۔ حکومتیں بنانا اور گرانا فری میسن کا دل پسند مشغلہ تھا۔ جس کے ذریعے صیہونیوں نے جہاں مادی وسائل اور مفادات حاصل کئے۔ وہیں اپنے مخصوص نظریات کو پھیلا کر اپنے مقاصد حاصل کرنے سے بھی دریغ نہ کیا۔ آج فری میسن کے فرائض سی آئی اے نبھا رہی ہے اور یہود و نصاریٰ متحد ہو کر غیر عیسائی دنیا اور خصوصاً عالم اسلام کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف ہیں۔

برصغیر میں بہادر شاہ ظفر کے اقتدار کا سورج زوال پذیر ہوا تو برطانوی استعمار کا تسلط قائم ہوا۔ لیکن اسے یہاں سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ برصغیر کے عوام جن میں مسلمان نمایاں تھے۔ انگریز کی حاکمیت کو تسلیم نہ کرنے کا عہد کئے ہوئے تھے۔ جس کا خونریز مظاہرہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی صورت میں رونما ہوا۔ تحریک آزادی کو کچل دیا گیا۔ لیکن انگریزی استبداد کے خلاف مسلمانوں کے جذبات ٹھنڈے نہ کئے جاسکے۔ آزادی کے بھڑکتے ہوئے شعلے مکمل طور پر سرد نہ ہو سکے۔ مسلمان سردھڑ کی بازی لگا کر فرنگیوں کے مقابلے میں مورچہ زن تھے اور برطانوی کالونی اِزم کا طوق غلامی گلے میں ڈالنے سے انکاری تھے۔

ان حالات میں انگریزوں کو ایک اور راہ سجھائی دی اور اس منصوبے میں انہوں نے اپنی حکومت کی حمایت کے لئے ایک ہندوستانی نبی کا انتخاب کرنا تھا۔ جس کی تفصیل انڈیا آفس لائبریری لندن کے ریکارڈ میں "THE ARRIVAL OF BRITISH EMPIRE IN INDIA" (برطانوی حکمرانوں کی ہندوستان میں آمد) کے عنوان سے موجود ہے۔ سامراجیوں نے اس کام کے لئے قادیان کی مغل برلاس فیملی کے ممبر مرزا غلام احمد قادیانی کو چنا جو اس وقت سیالکوٹ کچہری میں عرضی نویسی کرتا تھا۔ مرزا آنجہانی نے اپنے عیسائی آقاؤں کی خواہش کے مطابق اصلاحی تحریک کے پردے میں صیہونی ازم کے لئے کام کا آغاز کیا۔ انہوں نے ۱۸۹۱ء میں امام مہدی پھر مسیح موعود اور آخر میں ۱۹۰۱ء میں نبوت کا دعویٰ کر کے صیہونی منصوبے کی تکمیل کر دی۔ مرزا غلام قادیانی نے انگریزوں کی حمایت میں الہام اور بشارتیں سنائیں اور حکومت کو "اولی الامر" قرار دے کر انگریزوں کے خلاف جہاد کے حرام ہونے کا اعلان کیا۔ قادیانیت کے خدوخال کا جائزہ لینے کے لئے انگریز مصنف ایچ۔ اے۔ والٹر کی کتاب (احمدیہ تحریک) "THE AHMADIAA MOVEMENT" بہت مفید ہے۔

مرزا غلام قادیانی کی عبرتناک موت کے بعد ان کے جانشینوں حکیم نورالدین بھیروی اور مرزا بشیر الدین محمود نے قادیانی جماعت کی باگ ڈور سنبھالی اور سامراجیوں کے تابع مہمل بن کر امت مسلمہ کی بربادی میں غدارانہ کردار ادا کرتے رہے۔ انگریزوں اور یہودیوں نے ہندوستان کے علاوہ بیرونی ممالک اسلامیہ میں

ان سے جاسوسی کا کام بھی لیا، سقوط بغداد و شام، خلافت عثمانیہ کے خاتمے اور اسرائیل کے قیام میں قادیانیوں نے انتہائی شرمناک کردار ادا کیا۔ حتیٰ کہ آج بھی اسرائیل میں قادیانی مشن کام کر رہا ہے۔

قادیانیت دراصل ایک سیاسی تحریک ہے۔ جسے انگریز نے مذہبی فرقہ اور تحریک بنا کر پیش کیا۔ قادیانیوں نے مذہبی بھروپ بنا کر ملت اسلامیہ کے شیرازے کو بکھیرا۔ جس سے مسلمان مختلف گروہوں میں تقسیم ہوئے اور انگریز بہادر کا اقتدار مضبوط ہو گیا۔ قادیانیوں نے ہر اُس فرد اور تحریک کی حمایت کی جو اسلام کی مرکزیت و عظمت اور مسلمانوں کی قوت پر ضرب لگا کر انہیں نقصان پہنچا سکتی تھی۔ آج بھی قادیانی بیرونی سرپرستوں کے اشارے پر "این جی اوز" جیسے اداروں میں گھس کر پاکستان اور اسلام کو عالمی سطح پر بدنام کرنے میں مصروف ہیں۔

ربوہ جو قرآنی نام ہے۔ جسے قادیانیوں نے سر فرانسس موڈی (آخری انگریز گورنر پنجاب) کے زیر سایہ استعمال کرنا شروع کیا۔ گزشتہ دنوں پنجاب اسمبلی نے ربوہ کے نام کی تبدیلی کی متفقہ قرارداد منظور کی۔ جس سے قادیانیوں میں کھلبلی مچ گئی اور قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا طاہر احمد کے اس بیان پر کہ "ربوہ کے نام کی تبدیلی کا نتیجہ ہمارے حق میں نکلے گا" راقم الحروف نے ۱۴، دسمبر ۱۹۹۸ء کو "روزنامہ اوصاف اسلام آباد" میں "مرزا طاہر احمد کی خوش فہمی" کے عنوان سے ایک کالم لکھا۔ (جو ماہنامہ نقیب ختم نبوت ملتان کے شمارہ جنوری ۱۹۹۹ء، میں بھی شائع ہوا) جس میں بحوالہ ثابت کیا گیا تھا کہ قادیانی لیڈروں کے ایسے بیانات ہمیشہ ان کے دعووں کے برعکس نتائج پر منتقطع ہوئے ہیں۔ جس پر "شاہد جاوید ارشد" نامی قادیانی کا طویل مکتوب "اوصاف" میں "ایڈیٹر کی ڈاک" میں شائع ہوا۔ احقر بخوبی جانتا ہے کہ اس نام کے پردے میں کون ہے اور یہ ڈور کہاں سے ہلائی جا رہی ہے۔ انہیں خبر رہے کہ ان شاء اللہ العزیز ان کا محاسبہ و تعاقب تادم واپسیں جاری رہے گا۔

بہرحال اس مکتوب میں میرے پیش کئے گئے دلائل کا جواب دینے کی بجائے سارا زور قلم یک لفظی بحث پر صرف کیا گیا ہے۔ مکتوب کا خلاصہ یہ ہے کہ

"آپ نے ربوہ کے نام کی تبدیلی کو قادیانیت کے تابوت میں آخری کیل قرار دیا ہے۔ گویا اب قادیانیت کا مسئلہ ختم ہو گیا ہے۔ پہلے بھی علماء نے قادیانیوں کے خلاف مختلف قوانین کے نفاذ پر انہیں قادیانیت کے تابوت میں آخری کیل قرار دیا تھا لیکن پھر وہ مزید تحریکیں کیوں چلاتے رہے"۔

مکتوب نگار کے جواب میں مختصراً عرض کرتا ہوں کہ واقعی ربوہ کے نام کی تبدیلی قادیانیت کے تابوت میں آخری کیل نہیں ہے۔ بلکہ آخری کیل تب ٹھونکی جائے گی جب منکرین ختم نبوت کو قانوناً مرتد قرار دے کر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عمل کو نقش قدم بنایا جائے گا۔ جیسا کہ علامہ محمد اقبال نے نذیر نیازی کے نام ایک خط میں لکھا تھا کہ

"ختم نبوت کے معنیٰ یہ ہیں کہ کوئی شخص بعد اسلام اگر یہ دعویٰ کرے کہ مجھ میں ہر دو اجزا نبوت

کے موجود ہیں۔ یعنی یہ کہ مجھے الہام وغیرہ ہوتا ہے اور میری جماعت میں داخل نہ ہونے والا کافر ہے تو وہ شخص کاذب ہے اور واجب القتل۔ مسیلمہ کذاب کو اسی بنا پر قتل کیا گیا تھا ("انوار اقبال"۔ از بشیر احمد ڈار۔ صفحہ ۴۵،۴۶)

اگر علماء نے ۱۹۷۴ء میں قومی اسمبلی کے فیصلے کے بعد یہ کہا تھا کہ اب نوے سالہ مسئلہ حل ہوگیا ہے تو اس سے ان کا مطلب قطعاً یہ نہیں تھا کہ اب قادیانیت کا خاتمہ ہوگیا ہے۔ بلکہ ان کی مراد یہ تھی کہ گزشتہ نوے سال سے غیر مسلم اقلیت قرار نہ دیئے جانے کی وجہ سے قادیانی اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر رہے تھے۔ اب غیر مسلم قرار دیئے جانے پر ارتداد اور اسلام کا مسئلہ واضح ہو کر حل ہوگیا ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ اگر مسلمان رہنماؤں کے تمام مطالبات منظور ہو جاتے تو قادیانیت کا ناسور جڑ سے اکھڑ جاتا اور حقیقتاً قادیانیت کے تابوت میں آخری کیل بھی "ٹھک" جاتی۔

قادیانیوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کا مطالبہ محض مولویوں کا مطالبہ نہ تھا بلکہ یہ امت مسلمہ کی اجتماعی آواز تھی۔ کیا سر سید، بانیٔ پاکستان محمد علی جناح، علامہ اقبال، ظفر علی خان، چودھری افضل حق، شورش کاشمیری، مرتضیٰ احمد خان میکش ذوالفقار علی بھٹو اور ضیاء الحق جیسے حضرات جنہوں نے قادیانیت سے اختلاف کیا اور چند حضرات کے سوا ان میں سے اکثر کی زندگی منکرین ختم نبوت کے خلاف عرصۂ جہاد میں گزری کیا یہ سب مولوی تھے؟ ہرگز نہیں بلکہ یہ سب جدید تعلیم یافتہ طبقے سے تعلق رکھتے تھے۔

مکتوب نگار نے فرقہ واریت کے خاتمے کا بھی درس دیا ہے۔ ان کے لئے وفاقی وزیر مذہبی امور راجہ ظفر الحق کا "اوصاف" سے انٹرویو میں کہا گیا یہ جملہ ہی کافی ہوگا کہ

"حالیہ فرقہ وارانہ فسادات کے پس پردہ وہ ہاتھ کار فرما ہے۔ جسے ۱۹۷۴ء میں غیر مسلم قرار دیا گیا تھا"

علاوہ ازیں مکتوب نگار نے ربوہ کو گلاب کا پھول قرار دیا ہے کہ "گلاب کو جس نام سے پکار لیں وہ تو گلاب ہی رہے گا" تو جناب ربوہ واقعی گلاب ہے کیونکہ یہ قرآنی نام ہے اور جو گلشن اسلام میں کھلا ہے۔ لیکن اب بدقسمتی سے قادیانیوں نے اسے چرالیا ہے۔ (چوری کرنا اس طبقۂ خبیثہ کی فطرت ہے کہ نبوت چرانے سے بھی دریغ نہ کیا) مسلمان اسے واپس لے کر قادیانیوں کو ان کے شہر کے اصل نام "چک ڈھگیاں" سے ہی پکارنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ گلاب گلاب ہے اور چک ڈھگیاں، چک ڈھگیاں ہے۔ نام ہی پہچان کا ذریعہ ہوتا ہے اور ربوہ کا اصل نام تو اسم بامسمّٰی ہے اسے اختیار کرنے سے احتراز کس لئے ہے۔! ظفر علی خان مرحوم نے سچ کہا تھا۔

مسیلمہ کے جانشیں، گرہ کٹوں سے کم نہیں
کتر کے جیب لے گئے، پیمبری کے نام پر

محمد عمر فاروق

ہندوستانی سیکولرازم اور بندے ماترم

ہندوستان آئین کی رو سے ایک سیکولر ملک ہے لیکن عملاً ہندوؤں کی راجدھانی ہے۔ جہاں کی سب سے بڑی اقلیت یعنی مسلمان ہندو مہاجنوں کا تختۂ مشق بنی ہوئی ہے۔ بھارتیہ جنتا پارٹی ایک جنونی مذہبی جماعت ہے۔ جس نے بابری مسجد کو شہید کیا اور رام مندر کی تعمیر کی بنیاد رکھی۔ بی جے پی کا حالیہ انتہا پسندانہ اقدام اترپردیش کے تمام سکولوں اور کالجوں میں بندے ماترم گیت کے پڑھنے کا آمرانہ حکم ہے۔ جس پر ایک شدید فرقہ وارانہ تنازعہ پیدا ہو گیا ہے۔

تاریخ بتاتی ہے کہ بندے ماترم کا ترانہ تقسیم ہند سے پہلے بھی مسلمانوں اور ہندوؤں میں کشیدگی کا باعث رہا ہے۔ "تحریک نمک سیتہ گرہ" کے دوران ہندو مسلم نزاع کے اکثر واقعات رونما ہوتے رہے۔ کانگریس کے تمام جلسوں کا آغاز اس گیت کے ساتھ کیا جاتا تھا۔ ۱۷۷۳ء میں جب بنگال قحط کا شکار تھا۔ اسی زمانے میں ایک بنگالی بنکم چندر نے اپنے ایک ناول میں پہلی مرتبہ اس گیت کو متعارف کرایا اور کچھ ہی عرصے کے بعد یہ بنگالی زبان کا معروف ترین گیت بن گیا۔ مسلمانوں کے نزدیک بندے ماترم کا دوسرا بند ہندوؤں کے مشرکانہ عقائد کا مجموعہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ کانگریس کے جلسوں میں یہ گیت پڑھے جاتے وقت مسلمان ہندوؤں کے ساتھ کھڑے ہونے کی بجائے بیٹھے رہتے تھے۔

۱۹۰۵ء میں تقسیم بنگال کے موقع پر ہندوؤں نے بندے ماترم کو اپنی ہر محفل اور مجلس کا لازمی حصہ بنا لیا۔ انگریزوں نے اس گیت کو بغاوت کے مترادف سمجھا تو بنگالیوں نے اسے قومی ترانہ بنا لیا اور اس کی خاطر انہیں انگریز کے عتاب کا شکار بھی ہونا پڑا۔ مسلمانوں کے نزدیک بندے ماترم کا جو حصہ قابلِ اعتراض تھا وہ اس کے تین بند تھے۔ جن میں ہندوستان کی زمین کو سات کروڑ بازوؤں والی دیوی سے تشبیہ دی گئی تھی جو سراسر ہندو میتھالوجی کا پرچار تھا۔

۱۹۳۰ء میں بھی یہ گیت ہندو مسلم فساد کی وجہ بنا۔ کانگریسی وزارت کے زمانہ میں جب تعلیمی اداروں میں یہ گیت پڑھنا لازمی قرار دیا گیا تو اس پر خاصی لے دے ہوئی۔ ۹ ستمبر ۱۹۳۷ء کو نواب فیاض علی نے یوپی کونسل میں اس گیت کو مسلمانوں کے خلاف قرار دیا اور ایک قرارداد میں یوپی گورنمنٹ سے پبلک مقامات اور جلسوں میں اس کی بندش کا مطالبہ کیا۔ ۱۱ ستمبر ۱۹۳۷ء کو روزنامہ "انقلاب" لاہور میں بندے ماترم کے خلاف مزید ممبران کونسل کی تقاریر کے اقتباسات شائع ہوئے۔

بعد ازاں کانگریس کے صدر پنڈت جواہر لال نہرو نے ایک خط کے جواب میں وضاحت کی کہ:

"یہ کانگریس کا قومی ترانہ نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ گیت کے مصنف کا ذہن اس طرف نہ ہو جس کا بعد

میں اظہار کیا گیا ہے"

۲۳ ستمبر ۱۹۳۷ء کو مدراس کونسل کے ایک مسلمان رکن مسٹر لال جان نے اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ "بندے ماترم سے اسلام کی توہین کا پہلو نکلتا ہے" ۲ ستمبر ۱۹۳۷ کو شملہ کی مرکزی اسمبلی کے اجلاس میں سر محمد یعقوب کے گیت پر اعتراض کو سپیکر کی رولنگ پر مسترد کر دیا گیا۔

۲۸ اکتوبر ۱۹۳۷ء کو آل انڈیا کانگریس کی ورکنگ کمیٹی نے بندے ماترم کے مسئلہ پر فیصلہ کیا کہ "کمیٹی گیت کے بعض حصوں کے متعلق مسلمانوں کے اعتراضات کو تسلیم کرتے ہوئے یہ واضح کر دینا چاہتی ہے کہ موجودہ کونسل کا اس گیت کو قومی زندگی کے طور پر استعمال کرنا، قومی تحریک کی شکل سے پہلے اس کا ایک تاریخی ناول میں موجود ہونا بہت زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ لہذا تمام باتوں کو نگاہ میں رکھتے ہوئے ورکنگ کمیٹی سفارش کرتی ہے کہ جہاں کہیں بھی بندے ماترم کا گیت گایا جائے اس کے پہلے صرف دو بند گائے جائیں۔"

آل انڈیا کانگریس نے ۶ دسمبر ۱۹۳۷ء کو ورکنگ کمیٹی کے ایک اجلاس میں بندے ماترم کی بجائے کوئی دوسرا گیت تجویز کرنے کے لئے مولانا ابوالکلام آزاد، پنڈت جواہر لال نہرو، سبھاش چندر بوس اور نریندر دیو پر مشتمل ایک کمیٹی قائم کی اور اس دوران علامہ اقبال کا گیت "سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا" جلسوں میں گایا جاتا رہا۔

بندے ماترم آج پھر گایا جارہا ہے۔ اور اس کے لئے ہر حربہ استعمال کیا جارہا ہے۔ ستم کی انتہا یہ کہ اس زیادتی کی مخالفت کرنے پر عالم اسلام کے ممتاز مفکر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے گھر اور دارالعلوم ندوہ پر چھاپے مارے گئے۔ ہندوستان کے مسلمان کسمپرسی کی حالت میں ہیں۔ جب کہ مسلمان کہلانے کے دعویدار وزیر اطلاعات و نشریات ہند مختار عباس نقوی (رامپوری) ایسے رہنما رکن بی جے پی اسلام اور مسلمانوں کی حمایت کی بجائے ہندوؤں کے ہمنوا ہیں۔ یاد رہے کہ مختار عباس نقوی نے ہندو نسر پسندوں کے شانہ بشانہ بابری مسجد کی شہادت میں بنفس نفیس حصہ لیا تھا اور مسٹر نقوی اب بھی بی جے پی کو مسلمانوں کے ساتھ واحد مخلص پارٹی کہتے ہیں اور اس ساری صورتحال میں بھی وہ خاموش تماشائی نہیں ہیں بلکہ بی جے پی کے شریک کار ہیں۔

"افسوس! آج کوئی ڈاکٹر ذاکر حسین ایسا عظیم رہنما موجود نہیں جو ہندوؤں کو للکار سکے اور کوئی ابوالکلام آزاد جیسا مرد جلیل بھی نہیں کہ وہ ہندوستانی مسلمانوں کو جھنجوڑ کر خواب غفلت سے بیدار کرتے ہوئے کہے:

"یہ دیکھو شاہی مسجد کے مینار تم سے جھک کر سوال کرتے ہیں کہ تم نے اپنی تاریخ کے صفحات کو کہاں گم کر دیا ہے۔ ابھی کل کی بات ہے کہ یہیں جمنا کے کنارے تمہارے قافلوں نے وضو کیا تھا اور آج تم ہو کہ تمہیں یہاں رہتے ہوئے خوف محسوس ہوتا ہے۔ حالانکہ دہلی تمہارے خون سے سینچی ہوئی ہے۔

آج زلزلوں سے ڈرتے ہو، کبھی تم خود ایک زلزلہ تھے۔ آج اندھیروں سے کانپتے ہو، کیا یاد نہیں کہ تمہارا وجود ایک اجالا تھا"۔

بیرسٹر ظفراللہ خان

اسلام اور مغرب

ذیل کا مضمون اپنے اندر دلائل کا انبار لئے ہوئے ہے۔ صاحبِ مضمون نے مغربی معاشرے کے تقابل میں مسلم ممالک میں عورت کی حکمرانی کی مثالیں بھی دی ہیں۔ یہ مسلمانوں کا ذاتی فعل ہے اسلام میں اس کی قطعاً گنجائش نہیں۔ اور نہ ہی عہد نبوی اور عہد صحابہ میں اس کی کوئی مثال ہے۔ تاہم صاحبِ مضمون نے مغربی دانشوروں اور مغرب سے متاثرہ مستغربین کو جو آئینہ دکھایا ہے وہ ناقابل تردید ہے۔ (مدیر)

اہل مغرب اپنی سیکولر روشن خیال اور جمہوری سوسائٹیوں کے مقابلے میں اسلامی سوسائٹیوں کو پس ماندہ اور غیر انسانی سمجھتے ہیں۔ یہ خیال زیادہ تر غلط فہمی پر مبنی ہے۔ اسلام صرف ایک مذہب نہیں بلکہ ایک تہذیب ہے اور رحم دل تہذیب ہے۔ٹ یہ صحیح ہے کہ بعض پہلوؤں سے اسلامی سوسائٹیاں مغربی سوسائٹیوں سے چند دہائیاں پیچھے ہیں لیکن ترقی کی جو شاہراہ مغرب نے اختیار کی ہے وہ بھی سارے انسانی مسائل کا حل نہیں پیش کر سکی۔ اصل سوال یہ ہے کہ ایسا کون سا راستہ ہے جو بدترین نتائج کے بغیر عام انسان کو اعلیٰ زندگی دے؟ اس ضمن میں اسلامی اقدار پر سنجیدہ توجہ کی ضرورت ہے۔

مغربی معاشرہ میں بھی اقدار مستقل نہیں ہیں بلکہ بہت تیزی سے بدل رہی ہیں۔ جنگ عظیم دوم سے پہلے شادی سے قبل جنسی تعلقات سخت ناپسندیدہ تھے۔ بعض اوقات تو اس کی قانونی ممانعت تھی جب کہ اب یہ عام ہیں۔ مثال کے طور پر

(۱) ۱۹۶۰ء سے پہلے ہم جنس پرستی غیر قانونی تھی۔ اب اس کی اجازت ہے

(۲) یورپ میں سزائے موت ختم کر دی گئی ہے جب کہ امریکہ میں اس کا دائرہ وسیع تر ہو رہا ہے۔ لیکن جلد ہی امریکہ میں بھی اسے حقوق انسانی کے خلاف قرار دیدیا جائے گا۔

عورتوں کے حقوق:

مغرب اسلام کو عورتوں کے ضمن میں پسماندہ سمجھتا ہے حقیقت بھی ہے کہ بعض اوقات اسلامی اقدار کی غلط تفہیم مسائل پیدا کر رہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے بہت سے حقوق عورتوں کو مغرب سے پہلے دیئے ہیں۔ مثال کے طور پر

(۱) برطانیہ میں عورتوں کو جائیداد رکھنے کا حق ۱۸۷۰ء میں ملا ہے جب کہ اسلام میں عورتیں چودہ سو سال سے یہ حق استعمال کر رہی ہیں۔

(۲) مغرب میں چند دہائیاں قبل تک ساری جائیداد بڑے بیٹے کو ملتی تھی جب کہ اسلام اسے چودہ سو سال سے ناجائز قرار دے چکا ہے۔

(۳) فرانس اور سوئٹزرلینڈ نے عورتوں کو قومی الیکشن میں ووٹ کا حق بالترتیب ۱۹۴۴ء اور ۱۹۷۱ء میں دیا ہے۔ جب کہ افغانستان، ایران، عراق اور پاکستان میں مسلمان عورتیں ۵۰ سال سے یہ حق استعمال کر رہی ہیں۔

(۴) مزید براں مغرب کی سب سے زیادہ مضبوط قوم امریکہ میں آج تک کوئی عورت صدر نہیں بن سکی۔ جب کہ تین مسلمان ممالک (پاکستان، بنگلہ دیش اور ترکی) میں مسلم خواتین وزیراعظم رہ چکی ہیں۔ بنگلہ دیش میں آج بھی مسلم خاتون وزیراعظم ہے۔

سنسرشپ:

مسلم ممالک کو سنسرشپ پر بہت مطعون کیا جاتا ہے۔ سلمان رشدی کی کتاب "شیطانی آیات" کے بارے میں مسلمان ممالک کے رویہ پر اہل مغرب نے بہت برہمی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اگر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مغربی ممالک میں بھی وسیع پیمانے پر سنسرشپ پائی جاتی ہے مگر اس کا طریق کار مختلف ہے۔

(۱) مغربی ممالک جوں جوں سیکولر ہوئے ہیں توں توں انہوں نے پاکیزگی کے نئے بت بنا لئے ہیں۔ بیسویں صدی کے آخر میں ان کے نزدیک فن کی آزادی مذہب سے زیادہ پاکیزہ قرار پائی ہے۔ جب کہ مسلمان اس کتاب کو فن کی آزادی سے زیادہ مذہب کی توہین بلکہ گالیوں کا پلندہ سمجھتے ہیں۔ جس میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی پاکیزہ بیویوں کے خلاف سخت نازیبا زبان استعمال کی گئی ہے۔ مسلمان سمجھتے ہیں کہ رشدی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اسلام کے اعلیٰ ترین افراد کے بارے میں اتنے گندے اور فحش الفاظ استعمال کرے۔

(۲) مسلمان سمجھتے ہیں کہ گالی اور فن میں فرق ہوتا ہے۔

(۳) یہ کتاب مسلم ممالک میں فسادات کے خوف سے سنسر کی گئی۔ حکومت انڈیا نے اس کتاب پر پابندی لگاتے ہوئے یہ جواز دیا کہ یہ کتاب مذہبی جذبات بھڑکائے گی۔

(۴) برطانوی ناشر نے اس انتباہ کے باوجود یہ کتاب چھاپی جس کے نتیجے میں ممبئی، اسلام آباد اور کراچی میں بلوہ ہوا جس میں ۱۵ سے زیادہ افراد مارے گئے۔ جب کہ مغربی ممالک میں یہ بات عام ہے کہ فسادات کے خوف کی وجہ سے کتابیں نہیں چھاپی جاتیں۔ کیمبرج یونیورسٹی پریس نے Anastasia Karakasidou کی کتاب Fields of wheat, River and Blood جو یونان کے علاقے میکڈونیا کے باشندوں کے بارے میں تھی۔ یہ کہہ کر نہیں چھاپی کہ اس سے یونان میں کمپنی کے ملازمین کی جان کو خطرہ ہوگا۔ اگر برطانوی ناشر جنوبی ایشیا کے ۱۵ مرنے والوں کا خیال رکھتا جیسا کہ اسے آزادیٔ اظہار کا خیال ہے تو وہ یہ کتاب نہ چھاپتا۔

(۵) مغربی ممالک میں بھی سنسر شپ اتنی ہے جتنی کہ مسلم ممالک میں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ٹارگٹ، وسائل اور طریقہ کار مختلف ہے۔ مسلم ممالک کا طریقہ کھردرا ہے۔ جب کہ مغربی ممالک کا طریقہ زیادہ Polished ہے۔ مغربی ممالک میں سنسر شپ کو مالی وسائل پریشر گروپس، ایڈیٹرز، پبلشرز کی معرفت کنٹرول کیا جاتا ہے۔

(۶) امریکہ میں سنسر شپ آئین اور قانون کی بجائے غیر حکومتی سطح پر کیا جاتا ہے۔ یہودیوں کے بارے میں "ریمارکس" ٹی وی ریڈیو وغیرہ کے پروگراموں میں مصنفین کی اجازت کے بغیر خارج کر دیے جاتے ہیں۔ کارل برنسٹن، باورڈالیٹ، ایر کاجونگ اور پیٹر ماس جیسے معتبر مصنفین اس طرح کے سنسر شپ کے خلاف آواز بلند کر چکے ہیں۔

(۷) امریکہ کی مشہور ویسٹ ویو پریس نے جناب علی مزوری کی کتاب Cultural Forces in World Palitics کے وہ تین باب چھاپنے سے انکار کر دیا جن میں انہوں نے "شیطانی آیات" (رشدی کی کتاب) کو ثقافتی بغاوت، فلسطینی انتفادہ کو ٹیانامن سکوائر میں ۱۹۸۹ء میں طالب علموں کی بغاوت اور جنوبی افریقہ کی نسل پرستی پالیسی Aparthied کو Zoinism سے تشبیہ دی تھی۔

(۸) اب بھی مغرب میں کسی ایسے آدمی کے لئے جو مارکسزم کو پسند کرتا ہو یا اسرائیل کو تنقید کا نشانہ بناتا ہو ملازمت (تعلیمی اداروں اور میڈیا وغیرہ میں) حاصل کرنا مشکل ہے۔

(۹) ٹی وی اور اخبارات پر بھی ایک خاص طرح کے پروگرام پیش کئے جاتے ہیں۔ جب کہ مسلمانوں کا نقطۂ نظر پیش نہیں کیا جاتا۔

اقلیتوں سے سلوک:۔

مغربی ممالک اپنی سیکولر فکر کو ترقی کا راز سمجھتے ہیں اور مسلم ممالک کی مذہبیت کو مسائل کی جڑ سمجھتے ہیں مگر دیکھنا یہ ہے کہ مذہب اور ریاست کی تقسیم میں مغرب اور مسلم ممالک میں کتنا فرق ہے۔؟

(۱) مغرب نے سیکولرازم کے ذریعے اقلیتی مذاہب کا دفاع کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر اس کے خاطر خواہ نتائج برآمد نہیں ہوئے جرمنی کا Holocaust اس کی بدترین مثال ہے۔ اب بھی مشرقی جرمنی میں یہودیت کے خلاف اور فرانس میں اسلام کے خلاف شدید جذبات پائے جاتے ہیں۔

(۲) امریکہ میں ۲۰۰ سال سے مذہب اور ریاست کی تقسیم ہے لیکن پوری تاریخ میں صرف ایک غیر پروٹسٹنٹ (کینیڈی) صدر بن سکا ہے۔

(۳) یہودی امریکہ میں بہت زیادہ اثر و رسوخ رکھتے ہیں لیکن صدارت کے لئے انہوں نے بھی کبھی کوشش نہیں کی۔

(۴) کیا امریکہ میں کسی مسلمان کا صدر بننا ممکن ہے؟ یہاں تک کہ وہ وزیر بھی نہیں بن سکتا۔ پچھلے سال جب

وائٹ ہاؤس میں عید پر مسلمانوں کو کھانا کھلایا گیا تو وال سٹریٹ جرنل نے اس پر شدید تنقید کی۔

(۵) برطانیہ فرانس اور جرمنی میں بھی مسلمان خاصی تعداد میں ہیں۔ لیکن تاریخ اب تک اس بات کا انتظار کر رہی ہے کہ کوئی مسلمان وزیر بنے۔

(۶) اسلام نے ہمیشہ اقلیتوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے۔ یہودیوں اور عیسائیوں کو اہل کتاب کی حیثیت سے بہت حقوق حاصل ہیں۔ مسلم سپین میں یہودی اہل علم بہت اہم عہدوں پر فائز تھے۔

(۷) ترکوں کے زمانے میں بھی غیر مسلموں نے بہت اہم مقامات حاصل کئے۔ سلیمان (۱۵۶۶-۱۵۲۰ء) اور سلیم (۱۷۸۹-۱۸۰۷) کی کابینہ میں عیسائی وزیر تھے۔ مغل بادشاہ اکبر کے ہاں ہندو وزیر تھے۔

(۸) اب بھی عراق کے نائب وزیراعظم جناب طارق عزیز عیسائی ہیں۔ بطروس غالی کبھی بھی اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل نہ بن سکتے اگر وہ مصر میں وزیر خارجہ نہ رہے ہوتے۔ پاکستان میں ہمیشہ ایک اقلیتی وزیر ہوتا ہے۔ مغربی افریقہ کی ۹۵ فیصد مسلم آبادی والی ریاست سینیگال میں ایک عیسائی بیس سال (۱۹۶۰ء-۸۰) صدر مملکت رہے ہیں جناب لیوپولڈ سیدر سینغور کو کبھی بھی عیسائیت کی وجہ سے مسائل کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ اب وہاں مسلمان عبدو دیوف صدر ہیں۔ مگر ان کی اہلیہ عیسائی ہیں۔ کیا امریکہ میں کسی صدر کی بیوی مسلمان ہو سکتی ہے؟ اگر کوئی امریکی صدارتی امیدوار ٹی وی پر تسلیم کر لے کہ اس کی بیوی مسلمان ہے کیا وہ پھر بھی الیکشن میں رہ سکے گا؟

ظلم اور پستی:-

کسی کلچر کو جانچنے کے لئے ہم جہاں یہ دیکھتے ہیں کہ اس نے کیا شاندار کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ وہاں یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ اس نے ظلم و سفاکی کو کس حد تک روا رکھا ہے۔

(۱) ہم یہ مانتے ہیں کہ بیسویں صدی میں اسلام نے جمہوری قوتوں کو جنم نہیں دیا۔ لیکن دوسری طرف مغربی عیسائی کلچر نے نازی ازم فاشزم اور کمیونزم کو جنم دیا ہے۔ شام اور عراق میں زیادتیاں ہوئی ہیں لیکن وہاں بھی فاشزم ریاستی نظام نہیں بن سکا۔ البانیہ کے علاوہ کمیونزم کسی بھی مسلم ملک میں فروغ نہیں پا سکا۔

(۲) مسلمان ممالک کو جہاں جمہوریت نہ لانے پر طعن کا نشانہ بنایا جاتا ہے وہاں ان کی تعریف نہیں کی جاتی کہ انہوں نے کس طرح اپنے آپ کو غیر معمولی برائیوں سے بچایا ہے۔ مسلم معاشرہ میں نازی کیمپوں کی مثالیں نہیں ملتیں۔ یورپین کے ہاتھوں امریکہ و آسٹریلیا میں مقامی لوگوں کی تباہی کی مثالیں نہیں ملتیں۔ سٹالن اور پول پاٹ کی مثالیں نہیں ملتیں۔ نسلی امتیاز کی مثال نہیں ملتی جسے ڈچ چرچ نے جواز بخشا جنوبی امریکہ کے نسل پرست کلچر کی مثال نہیں ملتی جہاں ہمیشہ کالے لوگوں پر ظلم کیا جاتا ہے۔

(۳) اسلام نے ہمیشہ نسل پرستی، نسل کے خاتمہ Genocide اور تشدد کی مخالفت کی ہے۔ قرآن نے

کھل کر نسلی اور قومی مسئلہ پر رائے دی ہے کہ اللہ نے قومیں اور قبائل صرف اور صرف شناخت کے لیے پیدا کئے ہیں اور اچھائی کا معیار تقویٰ ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا کہ عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فوقیت نہیں ہے۔ سرخ آدمی کو سیاہ پر کوئی فوقیت نہیں ہے۔

(۴) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ایتھوپیا کے رہنے والے حبشی غلام حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سیدنا بلال (ہمارے سردار) کہہ کے پکارتے تھے۔

(۵) جدید مصر کے پانچ صدور میں سے دو سیاہ رنگ والے تھے۔ مصر اور ہندوستان میں غلاموں نے حکومتیں کی ہیں۔

(۶) اسلام میں منتخب زبان (عربی) تو ہے مگر کوئی منتخب قوم نہیں ہے۔ چوتھی صدی عیسوی (۳۱۳ء) میں رومی بادشاہ کانسٹینا ئن اوّل کے عیسائی بننے کے بعد آج تک عیسائیت پر یورپ کا غلبہ ہے۔ جب کہ مسلمانوں کی قیادت ہمیشہ بدلتی رہی ہے۔ عربی اموی حکومت (۷۵۰-۶۶۱ء) مخلوط عباسی حکومت (۷۵۰ء۔ ۱۲۵۸) اور پھر عثمانی سلطنت (۱۴۵۸ء۔ ۱۹۲۲) اس کی مثالیں ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہندوستان میں مغل سلطنت، مصر میں فاطمی حکومت، ایران میں صفوی حکومت اس بات کا ثبوت ہے کہ پوری تاریخ میں کبھی بھی ایک علاقہ کے لوگوں نے مسلم دنیا کی قیادت نہیں کی۔ جب کہ یورپ نے ہمیشہ عیسائی دنیا کی قیادت کی ہے۔ ان متفرق حکومتوں نے مسلم دنیا میں نسلی مساوات کو پھیلایا ہے۔ اسلام کی اس غیر نسلی پالیسی کا نتیجہ ہے کہ کہیں بھی مسلمانوں نے کسی نسل کو ختم کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اس کے برعکس اسلام تبلیغ، تعاون اور باہمی رشتوں سے پھیلا ہے۔

امن و امان:۔

(۱) اہل مغرب یہ کہتے ہیں کہ اسلام فنڈامینٹلزم، دہشت گردی کو جنم دے رہا ہے۔ اسلام مغرب کے مقابلے میں زیادہ سیاسی تشدد پیدا کر رہا ہے۔ تو مغرب اسلام کے مقابلے میں زیادہ شاہراہی تشدد (Street Violence) پیدا کر رہا ہے۔ مغربی معاشرہ اس سے زیادہ "ٹھگ" پیدا کر رہا ہے جتنے "مجاہدین" اسلام پیدا کر رہا ہے۔ افریقہ میں سب سے بڑا مسلم شہر قاہرہ ہے اور سب سے بڑا مغربی شہر جوہانسبرگ ہے۔ قاہرہ زیادہ بڑا ہے مگر جرائم جوہانسبرگ میں زیادہ ہیں۔

(۲) معیار زندگی کے حساب سے کیا عام شہری سخت اسلامی حکومت میں بہتر ہے یا کہ آزاد مغربی ملک میں؟ تہران کی آبادی ایک کروڑ ہے لیکن عورتیں اور بچے رات کے بارہ بجے آزادی سے پارکوں میں پکنک مناتے ہیں۔ لوگ رات کو بلاخوف و خطر سڑکوں پر چلتے ہیں۔ کیا نیویارک اور واشنگٹن میں یہ ممکن ہے؟ عام ایرانی حکومت کے دباؤ میں ہے جب کہ عام امریکی شہری دوسرے شہریوں کے دباؤ میں ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تہران کا سکون آمرانہ حکومت کی وجہ سے ہے ایسا ہوتا تو لاگوس میں امن ہوتا۔ (افغانستان کی خالص

اسلامی حکومت کے قیام سے جو پُرامن معاشرہ قائم ہوا ہے۔ اس کی مثال ایران سے کہیں بہتر ہے۔ بلکہ یہ معاشرہ پوری دنیا کے لئے ایک چیلنج ہے)

(۳) دنیا کے تمام اخلاقی نظاموں میں اسلام نے بہت زیادہ بیسویں صدی کی مہلک بیماری AIDS کے خلاف رکاوٹ کی ہے۔ جنسی تعلقات میں اعتدال اور ڈرگ کے استعمال کی کمی نے مسلم معاشرہ کو اس لعنت سے قدرے بچایا ہوا ہے۔ ماہرین کہتے ہیں کہ مسلم ملک آوری کوسٹ میں ایڈز سے متاثر ہونے والے مسلمانوں کی تعداد ایڈز سے متاثر ہونے والے غیر مسلموں سے آدھی ہے۔ (نیو سائنٹسٹ لندن ستمبر ۱۹۹۳ء)

خلاصہ:۔

مغربی آزاد جمہوریت نے جہاں آزادی، احتساب، عوام کی حکومت اور اعلیٰ معاشی پیداواری ہے۔ وہاں اس کی کوکھ سے نسل پرستی، فاشیت استحصال اور نسل کشی نے جنم لیا ہے۔ انسانیت کو اسلام سے سیکھنا ہے کہ کس طرح نشہ، نسل پرستی، مادیت، شراب نوشی، نازی ازم اور مارکسزم جیسی انسانی فطرت کی خامیوں کو کنٹرول کرتا ہے۔

جمہوری اصولوں اور انسانی اصولوں میں فرق ہے۔ انسانی اصولوں میں مسلم دنیا مغربی دنیا سے آگے ہے انسانی مساوات، مستحکم خاندان، عدم سماجی تشدد، غیر نسلی مذہبی ادارے، اقلیتوں کا احترام جیسے بنیادی انسانی اصول آج کی انسانیت کی اہم ضرورت ہیں۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ اپنے معاملات کو بہتر طور پر چلاتے ہوئے۔ مغربی دنیا کو حکمت کے ساتھ یہ بتائیں کہ اسلام فی الحقیقت ذاتی اور اجتماعی سلامتی کا دین ہے انسانی ذات کا بنیادی مسئلہ اس وقت تک حل نہیں ہوسکتا جب تک کہ انسان کا ناطہ اس کے مالک سے جوڑ نہ دیا جائے۔

مجاہدِ ختمِ نبوت حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ

ایک عالم باعمل اور مجاہد وجفاکش کی سیرت وسوانح **مؤلف**: مولانا محمد سعید الرحمٰن علوی مرحوم

مقدمہ: شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

قیمت:=/100 روپے

ملنے کا پتہ: بخاری اکیڈمی دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان فون: 511961

نذیر احمد

طالبان، ایران اور امریکہ

۱۹۷۰ء کے آخری عشرے میں جب ایران کے حکمران رضا شاہ نے امریکہ کو آنکھیں دکھانا شروع کر دیں تو امریکہ نے اس کو معزول کرنے اور اس کے قائم مقام کی تلاش کے سلسلے میں ضروری کارروائی شروع کر دی۔ اس دوران امریکی سی آئی اے نے اپنی ایک خفیہ تحقیقاتی رپورٹ میں سفارش کی کہ خمینی جو کہ ایک بااثر شیعہ مُلّا ہے، امریکہ کی عین توقعات کے مطابق شاہ کا متبادل ہو سکتا ہے اور اس خطے میں امریکہ کے اسلام دشمن عزائم کی تکمیل کے لئے بہت مددگار و معاون ثابت ہو سکتا ہے۔ چنانچہ جوں ہی آیت اللہ خمینی عراق سے ملک بدر ہو کر فرانس پہنچے۔ صدر کارٹر نے اپنے ایک چوٹی کے آفیسر رمزے کلارک کو پیرس بھیجا۔ رمزے کلارک سے خمینی کی کئی خفیہ ملاقاتیں ہوئیں۔ اس نے خمینی کو امریکہ کی مکمل حمایت کا یقین دلاتے ہوئے معلوم کیا کہ فی الوقت ان کی کیا مدد کی جا سکتی ہے۔ خمینی نے واضح کیا کہ ایرانی عوام کی شاہ سے دشمنی اور اس کے خلاف انقلاب کی اصل بنیاد امریکہ سے سخت نفرت ہے لہذا ان حالات میں امریکہ سے کسی قسم کے کھلے روابط کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ اگر امریکہ چاہے تو درپردہ دونوں فریق ایک دوسرے کے خلاف دشنام طرازی اور مخالفت کا تاثر دیتے رہیں۔ ساتھ ہی امریکہ اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے شاہ کو جتنی جلدی ممکن ہو ایران چھوڑنے پر مجبور کر دے اور یقینی بنائے کہ اس کو کسی صورت کسی ملک میں بھی پناہ نہ ملے۔ باہمی مفاہمت کے اس خفیہ معاہدہ کے بعد امریکن انتظامیہ نے شاہ پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا کہ وہ ایک غیر فوجی حکومت تشکیل دے کر عارضی طور پر ایران سے چلا جائے۔ اس لئے کہ اس کی موجودگی میں ملک میں حالات بہتر ہونے کی کوئی امید نظر نہیں آتی۔ حالات سازگار ہونے پر وہ واپس آسکے گا۔ چنانچہ ۷ فروری ۱۹۷۹ء کو امریکہ کے ایک چوٹی کے آفیسر ائیر فورس جنرل روبرٹ ہائر اپنے ساتھ صدر کارٹر کا ذاتی پیغام لے کر تہران پہنچے اور شاہ کو عارضی طور پر ایران چھوڑنے کے لئے راضی کر لیا۔ شاہ کے ملک چھوڑتے ہی خمینی کے لئے ایران واپس آنے اور انقلاب برپا کرنے کے لئے راہ ہموار ہو گئی۔ امریکہ نے خمینی کی انقلابی حکومت کو ۲۴ گھنٹے کے اندر تسلیم کر لیا۔ جب کہ شاہ نے اپنی سلطنت کے سقوط کا ذمہ دار کارٹر کو ٹھہرایا۔ انقلاب کے بعد امریکی سفارت خانے پر ایرانی انقلابیوں کے حملے اور اس کے عملے کو یرغمال بنانا امریکی حکومت کے لئے غیر متوقع نہ تھا۔ یہ امر باعث حیرت ہے کہ انقلاب کے وقت سینکڑوں امریکی شاہ کی حکومت کے مختلف اداروں خصوصاً وزارت جنگ میں بطور مشیر تعینات تھے۔ لیکن اس دوران جہاں دوسرے ایرانی ہزاروں کی تعداد میں مارے گئے وہاں ایک امریکی کو بھی گزند نہ پہنچا بلکہ سب بحفاظت ملک بدر کر دیا گیا۔ یہ سارے واقعات دراصل امریکہ اور خمینی کے درمیان طے ہونے والے خفیہ سمجھوتے پر عمل کا حصہ

تھے تاکہ ایرانی عوام کو دھوکہ میں رکھا جاسکے۔ انقلاب کے دوران ایران کے ہوائی اڈے ہر قسم کی آمدورفت کے لئے بند کردیئے گئے تھے۔ لیکن ان ہوائی اڈوں خصوصاً تہران میں امریکن باشندوں کو لے جانے کا سلسلہ بغیر کسی روک ٹوک کے انقلاب کے بعد بھی جاری رہا۔ انقلاب سے لے کر آج تک ایرانی عوام کو فریب دینے اور دنیا کو گمراہ کرنے کیلئے دونوں ملکوں کے حکمران ایک دوسرے کو سخت تنقید کا نشانہ بناتے رہے ہیں۔ خمینی امریکہ کو "شیطان بزرگ" کہتا تھا اور امریکہ ایران کو بین الاقوامی دہشت گرد کے نام سے نوازتا ہے لیکن یہ سب کچھ دونوں کی حکمت عملی کے عین مطابق ہے۔

ہمارے وطن کے پڑھے لکھے لوگ یہاں تک کہ ہمارے اخبار نویس بھی اس پُر فریب پروپگنڈے سے اس حد تک گمراہ اور متاثر ہو چکے ہیں کہ پاکستان میں کثیر تعداد میں شائع ہونے والے اخبار بھی امریکہ کی دھمکیوں کے خلاف ایران کی حمایت اور ہمدردی میں لمبے چوڑے اداریئے اور تبصرے لکھتے رہتے ہیں۔ شاید ان کو یہ معلوم نہیں کہ یہ سب کچھ صرف دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی ایک عیارانہ چال ہے جو صرف زبانی جمع خرچ سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ گو دونوں ملکوں کے سیاسی تعلقات اب تک منقطع ہیں اور ایرانی ذرائع ابلاغ اور مذہبی رہنما اس صورت حال کو بظاہر قائم رکھنے کا تاثر دیتے ہیں لیکن اس کے باوجود دونوں ملکوں میں اعلیٰ سطح پر روابط قائم ہیں اور گہرا تعاون جاری ہے۔ اپریل ۱۹۹۱ء میں ایک امریکن جہاز ایران کے لئے دوائیں اور دوسرا امدادی سامان لے کر اچانک تہران کے ہوائی اڈے پر اترا، ایرانی اخبارات نے اس کی آمد پر حیرانی کا اظہار کیا اور سخت تنقید کی لیکن تہران کی مذہبی حکومت نے اس واقعہ کی کوئی وضاحت نہیں کی۔ ستمبر ۱۹۹۱ میں لندن کے ایک عربی اخبار نے خبر دی کہ ایران اور امریکہ کے اعلیٰ افسران بیروت میں خفیہ مذاکرات میں مصروف ہیں۔ اور یہ کہ اس ملاقات کی رازداری کو یقینی بنانے کے لئے یہ بات چیت ایک مشہور لبنانی شخصیت کے گھر میں ہو رہی ہے۔ خبر میں بتایا گیا کہ یہ بات چیت لبنان میں ایران کی پروردہ ملیشیا "حزب اللہ" کے قبضے میں امریکی یرغمالیوں کی رہائی کے لئے ہو رہی ہے۔ اس رہائی کے بدلے میں ایران کو کئی سو ملین ڈالر حاصل ہوں گے۔ دی نیوز راولپنڈی (۱۹۹۱-۱۱-۹) کے مطابق ۱۹۸۰ء کے عشرے میں ایران عراق جنگ کے دوران امریکہ نے کروڑوں ڈالر کا قیمتی اسلحہ ایران کو بھیجنے کے لئے پاکستان کی سرزمین کو استعمال کیا اور ترسیل اسلحہ کی یہ کارروائی خفیہ طور پر پشاور سے کی جاتی رہی اور تین سال تک جاری رہی۔ رپورٹ میں پاکستانی اور اسرائیلی خفیہ اداروں کے حوالے سے بتایا گیا کہ یہ ترسیل اسلحہ کی کارروائی کرنے والی جماعت پاکستانی حکومت کی معاونت سے پشاور میں کئی سال تک مقیم رہی۔ اطلاعات میں بتایا گیا کہ اس کارروائی کی تمام تر تفصیلات ایک یہودی افسر اے ڈی مناشے کی رپورٹ سے لی گئی ہیں۔ یہ افسر اسرائیل کی وزارت دفاع میں دس سال تک اس کمیٹی کا کارکن رہا جس کے ذمہ ایران کو امریکن اسلحہ کی باقاعدہ لیکن خفیہ ترسیل کا کام سپرد تھا۔ وہ پاکستان سے ایران کو امریکی اسلحہ بھیجنے کی کارروائی

کی نگرانی کے سلسلے میں ۱۹۸۵ء میں پشاور آیا۔ مناشے کے مطابق اس امریکن خفیہ کارروائی میں دوسرے کئی پاکستانیوں کے علاوہ فضل حق (سرحد کا سابق گورنر) بھی شریک رہا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے سابق سربراہ عارف الحسینی، صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق اور جنرل فضل حق کا قتل کسی نہ کسی طرح اس کارروائی میں ملوث ہونے کا منطقی نتیجہ تھا۔

پشاور کے انگریزی روزنامے "فرنٹ ائیر پوسٹ" مورخہ ۱۳ نومبر ۱۹۹۱ء نے بھی اپنی پانچ کالمی رپورٹ میں لکھا ہے کہ امریکن سی آئی اے نے ۱۹۸۴ء سے ۱۹۸۶ء تک پاکستان کے ذریعے ایران کو کئی بلین ڈالر کا اسلحہ سمگل کیا۔ نیویارک ٹائمز ۹ دسمبر ۱۹۹۱ء نے خبر دی کہ ایران کو کئی بلین ڈالر قیمت کا اسلحہ بیچنے کے لئے امریکی حکومت نے اسرائیل کو ۱۹۸۰ء کی دہائی میں جب عراق سے ایران کی جنگ ہو رہی تھی، اجازت دی تھی، اس اخبار نے امریکی اور اسرائیلی خفیہ اداروں کے حوالے سے لکھا کہ یہ کارروائی ایک معاہدے کے تحت ہوئی جو امریکی وزیر خارجہ ہیگ اور اسرائیلی وزیراعظم بیگن کے درمیان طے پایا تھا۔ اس معاہدے کے تحت کئی سو ملین ڈالر کا امریکی اسلحہ اسرائیل کے ذریعے ایران کو دیا جاتا رہا۔ ہانگ کانگ کے ہفت روزہ میگزین فار ایسٹرن اکانومک ریویو نے ۱۱ دسمبر ۱۹۹۱ء کو لکھا کہ افغان مجاہدین کو بھیجا جانے والا ۶۰۰ ملین ڈالر کا امریکی اسلحہ ۱۹۸۰ء کی دہائی میں ایران پہنچتا رہا۔ اخبار نے لکھا کہ یہ ہتھیار جن میں آرٹلری اور اینٹی ٹینک میزائل شامل تھے، اس اسلحہ کے علاوہ تھا جو ایران کو ۱۹۸۶ء کے "ایران کونٹرا اسکینڈل کے تحت دیا گیا۔ بتایا گیا ہے کہ اس آمدنی کو امریکی حکومت نکاراگوا کے باغیوں کے خلاف خفیہ طور پر استعمال کر رہی ہے۔ یاد رہے کہ اس کارروائی پر امریکن کانگریس نے پابندی لگا رکھی تھی۔ ایران کی خبر رساں ایجنسی "ارنا" نے ۲۲ جنوری ۱۹۹۲ء کو بتایا کہ صدر رفسنجانی نے ایک حکم کے ذریعے اپنے عوام اور فوجی حکام کو امریکہ کے خلاف توہین آمیز نعرے لگانے سے منع کر دیا ہے۔ اس سے پہلے جمعہ کے ہفتہ واری اجتماعات اور فوجی پریڈوں میں امریکہ کے خلاف نعرے لگانا ایک معمول بن چکا تھا۔

۹ مارچ ۱۹۹۲ء کے ایرانی اخباروں نے امریکہ کے اس بیان کی شدید مذمت کی کہ وہ شمالی کوریا کے بحری جہاز جو ایران کے لئے سکڈ میزائل لے جا رہا تھا پر قبضہ کر لے گا۔ اخباروں نے لکھا کہ ایران کو ہر قسم کے اسلحہ سے اپنے آپ کو لیس کرنے اور اپنے علاقے کا پوری قوت کے ساتھ دفاع کرنے کا پورا حق حاصل ہے۔ ایران کے ایک خفیہ ریڈیو (کردستان ریڈیو) نے ۱۴ مارچ ۱۹۹۲ء کو کہا کہ مارچ کے شروع میں جب شمالی کوریا کا ایک بحری جہاز ایران کے لئے سکڈ میزائل لے کر جا رہا تھا تو امریکی حکومت اور اس کے اہلکاروں نے اس کے پتہ چلنے پر بڑا شور مچایا اور اعلان کیا کہ بحری جہاز کو ایران پہنچنے سے پہلے ہی پکڑ کر سکڈ میزائلوں پر قبضہ کر لیا جائے گا۔ دنیا اس امریکی کارروائی کا انتظار کر رہی تھی کہ امریکہ نے اچانک یہ انکشاف کیا کہ امریکی جہازوں کا شمالی کوریا کے اس جہاز سے رابطہ کٹ گیا۔ بعد میں یہ بتایا گیا کہ یہ جہاز سکڈ میزائلوں

کو لے کر پہلے ہی ایرانی بندر گاہ بندر عباس پہنچ چکا ہے۔ ریڈیو نے بتایا کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ امریکہ اور ایران کی مذہبی حکومت ماضی میں بھی اس قسم کے ڈرامے رچاتی رہی ہیں۔ لیکن حالیہ کیلئے مسکحہ خیز ڈرامے کا انداز انتہائی بھونڈا، ناقابل فہم اور غیر پیشہ ورانہ نظر آتا ہے۔ ریڈیو نے کہا کہ شمالی کوریا کے بحری جہاز کا پہلے امریکی نظروں سے اوجھل ہونے اور بعد بندر عباس پر اس کے اچانک ظاہر ہونے کے بیانات سے یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ دونوں ممالک کی حکومتوں کے درمیان کوئی نہ کوئی خفیہ معاہدہ یا ملی بھگت ضرور ہے۔ ریڈیو کردستان نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ہمیشہ کی طرح ایران کی مذہبی حکومت نے اپنی دو رخی حکمت عملی کے تحت اپنے عوام اور دنیا کو مغالطہ میں رکھنے کی خاطر پہلے امریکہ کے معاندانہ رویے کے خلاف بظاہر بڑا شوروغوغا برپا کیا لیکن سکڈ میزائلوں کے بحفاظت بندر عباس پہنچنے کی خبر پر ظاہر کیا کہ امریکی ایجنسیوں کا مفلوج ہو جانا دراصل ایران کے حق میں قدرت کا ایک اور کرشمہ تھا۔ ریڈیو نے کہا کہ وہ لوگ جو ایران کے مذہبی حکمرانوں کی سوچ اور حکمت عملیوں کا ادارک رکھتے ہیں، انہیں اس بات کا بخوبی علم ہے کہ ان حکمرانوں نے امریکہ اور اسرائیل (بظاہر دشمن) کے ساتھ اپنے ناجائز کاروبار کے راز کو کس طرح منافقت اور ریاکاری کے پردہ میں چھپا رکھا ہے اور کس طرح اپنے عوام اور ساری دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکتے رہے ہیں۔ ۱۹۷۱ء میں انگریزوں کے خلیج سے نکلنے کے فوراً بعد شاہ ایران نے خلیج کے دو بڑے جزیروں تمب الکبریٰ اور تمب اصغری (جو متحدہ عرب امارات کی ریاست راس الخیمہ کا حصہ تھے) پر بزور قبضہ کر لیا۔ باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا کہ اس غاصبانہ کارروائی میں شاہ کو امریکہ اور بعض مغربی ممالک کی پشت پناہی اور حمایت حاصل تھی۔ دوبئی کے نزدیک خلیج کے ایک اور جزیرہ ابوموسیٰ (جس کا ۳/۴ رقبہ شارجہ کے زیر کنٹرول تھا) پر قبضہ کرنے کے لئے ایران کی مذہبی حکومت نے ۱۹۹۱ء میں ایک پروگرام مرتب کیا تھا اور اس کی تکمیل کے لئے مارچ ۱۹۹۲ء میں ایرانی فوجیں اس جزیرہ پر مکمل کنٹرول حاصل کرنے کے لئے چڑھ دوڑیں اور شارجہ حکومت کی تمام تنصیبات کو قبضہ میں لے کر اور مقامی باشندوں کو نکال کر وہاں اپنا جنگی سازوسامان پہنچا دیا۔ امریکہ یا اس کے کسی اتحادی نے اس بحری قذاقی پر ایران کی کوئی مذمت نہ کی۔ بغداد کے عربی اخبار الثموار ۱۰ اپریل ۱۹۹۲ء نے لکھا کہ ایران کو اس کارروائی میں امریکہ اور برطانیہ کی پشت پناہی حاصل رہی تا کہ خلیج کی عرب ریاستوں کو اپنی کمزوری اور بے بسی کا احساس دلا کر اس خطہ میں اپنی فوجوں کی موجودگی کے لئے جواز پیدا کیا جا سکے۔ دی نیوز راولپنڈی ۹ جنوری ۱۹۹۳ء کے مطابق امریکی اسلحہ کے ماہر ڈونلڈ مالے نے کہا کہ امریکہ بڑے پیمانے پر کیمیکل ہتھیار بنانے میں ایران کی مدد نہیں کر رہا جب ان سے امریکہ کی طرف سے ایران کو بڑے پیمانے پر کیمیکل مواد کی سپلائی کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ انہیں اس کا علم نہیں۔ اس بات کا پورا یقین ہے کہ ایران کو دیا جانے والا کیمیکل مواد بلاشبہ تجارتی مقاصد کے لئے ہی ہو سکتا ہے۔ ایران کے وزیر دفاع اکبر تورکان نے ۸ جون ۱۹۹۳ء کو

اخبار نویسوں کو بتایا کہ امریکن فوجوں کی خلیج میں موجودگی ایران کے لئے کسی قسم کے خطرات کا باعث نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ خلیج کے علاقے میں امریکہ ایران کو نہ تو دھمکیاں دے رہا ہے اور نہ ہی ہم اس کے لئے کسی خطرے کا باعث ہیں۔ ایران امریکہ تعلقات کی نوعیت یعنی بین الاقوامی سطح پر ایک دوسرے سے بظاہر دشمنی کا اظہار لیکن درپردہ باہمی تعاون کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے۔

عراق کے ساتھ اپنی آٹھ سالہ جنگ میں ایران صدام حسین کو برطرف کر کے وہاں شیعہ انقلاب لانے میں خود تو کامیاب نہ ہو سکا لیکن ایران کی جانب سے یہی کام انجام دینے کے لئے اب امریکہ سرگرم عمل ہے۔ ادھر افغانستان میں بھی طالبان کے خلاف ایران اور امریکہ کا تعاون ایک کھلی حقیقت ہے۔ انہوں نے روس اور ہندوستان کے ساتھ مل کر طالبان دشمن دھڑوں کی مدد کے لئے مزار شریف میں جدید اسلحہ کے انبار لگا دیئے ہیں یہ اسلام دشمن طاقتیں نہیں چاہتی ہیں کہ افغانستان متحد اور مستحکم ہو اور وہاں صحیح اسلام نافذ ہو۔

افغانستان کا ۹۰ فیصد سے زیادہ علاقہ طالبان کے قبضہ میں آ چکا ہے اور ہم نے ان کی حکومت کو تسلیم بھی کیا ہوا ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ ہم اقوام متحدہ اور دوسرے بین الاقوامی اداروں میں طالبان کی نمائندگی کے لئے آواز اٹھاتے لیکن ہم شاید ایران اور امریکہ کے دباؤ میں آ کر افغانستان میں ایک وسیع المیعاد حکومت کے قیام کی حمایت میں لگے ہوئے ہیں تا کہ کسی طرح افغانستان میں شکست خوردہ دھڑوں کو بالا دستی اور غلبہ حاصل ہو جائے۔ امریکہ اور ایران کے اسلام دشمن کردار کو طالبان ہم سے بہتر سمجھتے ہیں۔ اور اسی لئے ان کو کوئی گھاس نہیں ڈالتے۔ لیکن ہم اپنے طور پر طالبان سے ملانے کے لئے ایرانی نمائندوں کو ساتھ ساتھ لئے پھر رہے ہیں۔

نوٹ:۔ مزار شریف پر طالبان کے قابض ہو جانے کے بعد ایران جس طرح ہمارے خلاف الزام تراشی اور بیان بازی کر رہا ہے وہ ماضی میں ہماری کمزور اور معذرت خواہانہ حکمت عملیوں کا منطقی نتیجہ ہے۔ (بہ شکریہ روزنامہ وفاق، لاہور ۲۵، اگست ۱۹۹۸ء)

کذباتِ مرزا

از: مولانا محمد عبدالواحد مخدوم

قیمت=/200روپے

اس کتاب میں مرزا غلام احمد قادیانی کے ایک سو جھوٹ اور متعدد جھوٹی پیش گوئیاں ان کی اپنی کتب سے جمع کی گئی ہیں اور ساتھ ہی مختلف سوالات کے جوابات بھی دیئے گئے ہیں تا کہ اس کے مطالعہ سے قارئین پر واضح ہو جائے کہ قادیانیت، مرزائیت جھوٹ پر مبنی ایک باطل فرقہ ضالہ ہے

بخاری اکیڈمی دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

مولانا عزیزالحسن صدیقی غازی پوری

بارھویں صدی کی تجدیدی شخصیت امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ

دارالسلطنت دہلی سے ۲۵ کلومیٹر دور ایک تاریخی قصبہ پھلت سے مظفر نگر میں ۴شوال ۱۱۱۴ھ بروز چہار شنبہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ آپکی ولادت کے وقت آپ کے والد مکرم حضرت شاہ عبدالرحیمؒ کی عمر ۲۰ سال تھی۔ اس عظیم فرزند کی ولادت سے پہلے شاہ عبدالرحیم کو بہت سے مبشرات نظر آئے تھے۔ شاہ ولی اللہ جب پانچ سال کے ہوئے تو مکتب میں داخل کرادیئے گئے۔ سات سال کی عمر میں آپ نے قرآن پاک حفظ کر لیا اور پندرہ سال کی عمر میں علوم متداولہ سے فراغت حاصل کرلی اور اس عمر میں اپنے والد مکرم سے مشکوٰۃ شریف کا درس حاصل کر لیا۔ شاہ عبدالرحیم اپنے بیٹے ولی اللہ کے شفیق باپ ہی نہیں، استاد و مربی اور مرشد بھی تھے، خود شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بچپن کے دور میں ایک دن اپنے ہمجولیوں اور رشتہ داروں کے ساتھ باغ کی سیر کو چلا گیا اور جب واپس آیا تو والد محترم نے فرمایا۔ولی اللہ تم نے اس دن رات میں وہ کیا چیز حاصل کی جو باقی رہے؟ ہم نے تو اتنی مدت میں اتنا درود پڑھا۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ سن کر میرا دل سیر وتفریح سے بالکل سرد ہوگیا اور اس کے بعد پھر کبھی اس کا شوق نہیں ہوا۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ والد صاحب مجھے حکمت ، آداب مجلس اور تہذیب ودانشمندی کی باتیں سکھاتے تھے اور ہدایت فرمایا کرتے کہ جو لوگ مرتبے میں کم ہوں ان سے ہمیشہ سلام میں سبقت کرنا اور خوش اخلاقی سے پیش آنا ان کی خیریت اور احوال دریافت کرنا یہ بھی فرماتے کہ بعض لوگ کسی خاص پوشاک کے عادی ہو جاتے ہیں ، کوئی تکیہ کلام مقرر کر لیتے ہیں بعض کھانوں سے متنفر ہو جاتے ہیں ان سب چیزوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اپنی کسی خواہش کی تکمیل میں صرف لذت مقصود نہ ہو۔ بلکہ اس میں کسی ضرورت کی تکمیل ، کسی فضیلت کا حصول یا ادائے سنت مقصود ہونی چاہیے۔ چال ڈھال نشست و برخاست کسی چیز سے بھی ضعف و کسلمندی کا اظہار نہیں ہونا چاہیے بقول شاہ ولی اللہ حضرت شاہ عبدالرحیمؒ شجاعت، فراست و خوش انتظامی اور غیرت کے اوصاف عالیہ سے متصف تھے اور اکل معاش بھی اکل معاد کی طرح کامل ووافر رکھتے تھے کاش کہ ہمارے اس دور کے علماء طلباء بھی ایسے ہی ہوتے۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ وہ لوگ تھے جو آج علما وناصحین کی طرح اسٹیج کے شیر نہ تھے بلکہ وہ سٹیج پر بھی منفرد ہوا کرتے تھے اور معرکہ حق و باطل میں سر دھڑ کی بازی بھی لگانا جانتے تھے شاہ صاحب نے چودہ سال کی عمر میں اپنے والد مکرم سے بیعت کی اور اشغال میں منہمک ہوگئے۔ ان کی زندگی میں حجاز مقدس کا سفر اور ایک سال تک وہاں کا قیام بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس سفر میں انہوں نے علم حدیث کا مطالعہ کیا اور تکمیل کی۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے اس سفر وقیام کے دوران فن حدیث کی تکمیل کو انکے تجدید واصلاح کے ایوان بلند میں حجرالزاویہ corner Stone بتایا ہے۔

شاہ صاحب کا عہد:

یقیناً ایک پر آشوب عہد تھا اس وقت پورا عالم اسلام انقلاب کے گہوارے میں جھولائے تھا ہندوستان سینکڑوں سال سے وسط ایشیائی قوموں کی جولان گاہ اور سیاسی طور سے ان کے زیر اثر رہ چکا تھا۔ اسی عہد میں نادر شاہ نے دہلی پر حملہ کیا احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان پر کئی حملے کئے اور ۱۷۶۱ء میں پانی پت کے میدان میں مرہٹوں کو پچھاڑ کر تاریخ کو نیا رخ اور سلطنت مغلیہ کو سہارا دیا۔

شاہ صاحب کے زمانہ شعور و آگہی میں سلطنت عثمانیہ میں کئی سلاطین تخت اقتدار کے مالک بنے اور ہٹائے بھی گئے۔ حجاز بھی اس زمانے میں اتھل پتھل کا شکار رہا۔ ایران کی حالت بھی ایک بیمار کی سی تھی۔ یہی نہیں کہ سیاسی طور سے یہ ممالک پستی کی طرف جا رہے تھے بلکہ علمی ودینی اعتبار سے بھی یہ رو بہ زوال تھے، خصوصیت کے ساتھ ایران جس کی خاک سے بلند پایہ فقہاو محدثین اٹھے شیعی غلبہ وتسلط نے اسکو ایک شیعہ مملکت کی حیثیت دی اور سنی مذہب کو وہاں سے نیست ونابود کردیا گیا، نہ صرف ایران بلکہ عراق و ترکستان ہر جگہ فلسفہ وریاضی کا دور دورہ تھا، ہندوستان بھی سیاسی وانتظامی اعتبار سے انحطاط پذیر تھا اور خصوصیت کے ساتھ مسلم سوسائٹی پوری طرح قعر مذلت میں پڑی تھی سید سلیمان ندوی کے الفاظ میں

"مغلیہ سلطنت کا آفتاب لب بام پر تھا مسلمانوں میں رسوم و بدعات کا زور تھا۔ جھوٹے فقرا اور مشائخ اپنے بزرگوں کی خانقاہوں میں مسندیں بچھائے اور اپنے بزرگوں کے مزارات پر چراغ جلائے بیٹھے تھے مدرسوں کا گوشہ منطق و حکمت کے ہنگاموں سے پر شور تھا فقہ وفتاویٰ کی لفظی پرستش ہر مفتی کے پیش نظر تھی۔ مسائل فقہ میں تحقیق و تدقیق مذہب کا بڑا جرم تھا۔ عوام تو عوام خواص تک قرآن پاک کے معانی و مطالب اور احادیث کے احکامات وارشادات اور فقہ کے اسرار ومصالح سے بے خبر تھے (مقالات سلیمانی ص ۴۴)" شاہ صاحب کو جو زمانہ ملا ایسا تھا کہ بادشاہ سے فقیر اور تاجر سے صنعت کار تک سب کے سب بگڑے ہوئے تھے۔ اس لئے انہوں نے اپنی تقریروں اور تحریروں میں بادشاہ یا وزیر، فوجی سپاہی ہوں یا تاجر و صناع علماء و مشائخ ہوں یا ان کے جانشین اولادیں، واعظان کرام ہوں یا تارک الدنیا زاہد، ایک ایک کی خبر اور پوری سوسائٹی کا تعاقب کیا ہے۔ وہ سمجھتے تھے کہ جب تک نیچے سے اوپر تک اصلاح نہیں ہو گی اور مشین کا ہر پرزہ درست نہ ہو گا لیپا پوتی سے کام چلنے والا نہیں ہے۔ آپ نے اپنے سفر حج (۱۷۳۱ء) سے واپسی کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ فلاح اسی میں ہے کہ دور حاضر کے تمام نظاموں کی دھجیاں بکھیر دی جائیں اور ہمہ گیر انقلاب برپا کیا جائے۔ چنانچہ آپ نے "فک کل نظام" کا نصب العین پیش کرنے کے بعد ایک دم سے تلوار ہاتھ میں نہیں اٹھالی۔ بلکہ پہلے اپنے نظریات کی تعلیم و تلقین کی اور تربیتی مراکز قائم کیے اور "تپے تپائے" افراد کو منتخب کر کے کام سپرد کیا یہ الگ بات ہے کہ آپ کی زندگی نے وفا نہ کی اور آپ کے مشن کی تکمیل کے بلند فکر اور بلند حوصلہ صاحب زادے حضرت عبدالعزیز اور دوسرے پسماندگان مریدین ومسترشدین اور تلامذہ کے حصہ میں

آئی۔

یقیناً شاہ صاحب کے پاس موجودہ دور کی نشر و اشاعت اور پریس کی طاقت نہ تھی، آج ہمارے اداروں اور جماعتوں کے پاس سرمایہ کی جو بہتات ہے۔ اس کا عشر عشیر بھی ان کے پاس نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے علوم اور ان کے افکار و نظریات پر مشتمل ہزاروں صفحات ان کے انتقال کے ڈیڑھ سو سال بعد دنیا کے سامنے آسکے۔

"کیپٹل" کے مصنف کال مارکس سے ایک صدی قبل شاہ ولی اللہ نے محنت و سرمایہ کی کشمکش کا حل تجویز کیا تھا اور اقتصادیات و سیاسیات کے جو بنیادی اصول پیش کئے تھے، ان کی اشاعت اگر ان کے عہد میں ہی ہوئی ہوتی تو شاید کال مارکس، انیگلیس اور ان جیسے دوسروں کے چراغ جل بھی نہ پاتے۔ اس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔ آپ نے دولت کی اصل بنیاد محنت کو قرار دیا، کھیت مزدور کے حقوق کو محفوظ کیا، امداد باہمی (موجودہ کواپریٹو تحریک کے مماثل) کو شہریت کی روح بتایا، جوا، سٹہ بازی اور عیاشی کے اڈوں کو ختم کرنے پر زور دیا اور کہا کہ جب تک یہ بیماریاں ختم نہیں ہونگی، دولت کی تقسیم کا صحیح نظام قائم نہیں ہوسکتا۔ مزدور کو ملک کی دولت کا اصل مستحق گردانا۔ یہ بھی فرمایا کہ جو سماج محنت کشوں کو پوری اجرت نہ دے اور مزدوروں اور کاشتکاروں پر بھاری ٹیکس لگائے۔ وہ سماج قوم دشمن ہے۔

اس حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے۔ کہ شاہ صاحب کا زمانہ پرشور انقلابات کا زمانہ تھا، جنگ و جدل جاری تھا، حکومتوں کا ردو بدل اور الٹ پھیر روزانہ کا معمول تھا، پوری زندگی انسانی سوسائٹی کرپٹ ہو چکی تھی۔ لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ کے علوم و افکار پرسکون دریا کی طرح بہہ رہے تھے، آپ کے ذہن و فکر اور سوچ کے دھارے بالکل پرسکون تھے۔ آپ کے دل میں اسلام کا درد بھی تھا، مسلم حکومتوں کے زوال سے آپ فکر مند بھی تھے۔ آپ کی نگاہیں پوری دنیا کے نقشے پر مرکوز تھیں، آپ کو وطن عزیز کی بربادی پر بھی تشویش تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنی عظیم اصلاحی جدوجہد کا آغاز کر دیا اور اپنی بات بے غل و غش حکومت اور عوام تک پہنچائی۔ دنیا کی تاریخ ایسے واقعات سے بھری ہوئی ہے کہ جب کسی مرد حق آگاہ نے سچی بات منہ سے نکالی ہے تو اس کو اس کی سزا ضرور دی گئی ہے۔ چنانچہ شاہ صاحب کے ساتھ بھی یہ معاملہ ہوا۔ آپ پر قاتلانہ حملے تک کئے گئے۔

سیاسیات اور نظام حکومت کے بنیادی اصول بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:۔

(۱) زمین کا حقیقی مالک اللہ (اور ظاہری نظام کے لحاظ سے اسٹیٹ) ہے۔ ملکیت کا مطلب ہے کہ اس کے حق انتفاع میں دوسروں کی دخل اندازی ممنوع ہو۔

(۲) سارے انسان برابر ہیں کسی کو حق نہیں کہ وہ اپنے آپ کو مالکِ ملک، مالکِ قوم یا انسانوں کی گردنوں کا مالک تصور کرلے۔

(۳) اسٹیٹ کے سربراہ کی وہی حیثیت ہے جو کسی وقف کے متولی کی۔ انسانوں کے بنیادی حقوق کے

ضمن میں فرماتے ہیں۔

(۱) روٹی، کپڑا، اور مکان اور ایسی استطاعت کہ نکاح کر سکے۔ اور بچوں کی تعلیم و تربیت کا انتظام کر کے بلالحاظ مذہب و نسل ہر انسان کا پیدائشی حق ہے۔

(۲) مذہب رنگ یا نسل کے فرق کے بغیر باشندگان ملک کے معاملات یکسانیت کے ساتھ عدل و انصاف، ان کے جان و مال کی حفاظت حق ملکیت میں آزادی، حقوق شہریت میں یکسانیت، ہر باشندہ ملک کا بنیادی حق ہے۔ (شاندار ماضی جلد دوم۔ صفحہ ۸۔ ۹)

(۳) زبان اور تہذیب کو زندہ رکھنا ہر فرقہ کا بنیادی حق ہے۔ (شاندار ماضی جلد دوم صفحہ ۸۔ ۹)

"ان حقوق کو حاصل کرنے کی شکل یہ ہے کہ خود مختار علاقے قائم کئے جائیں، یہ خود مختار اکائیاں اپنے معاملات میں آزاد ہوں گی۔ ان کا ایک بلاک ہوگا جو فوجی طاقت کے لحاظ سے اقتدار اعلیٰ کا مالک ہو۔ اس کا یہ بھی فرض ہوگا کہ کسی مخصوص قوم یا مخصوص تہذیب کو کسی یونٹ پر لاد سکے۔ اس کا یہ بھی فرض ہوگا کہ کسی قوم یا یونٹ کو یہ موقع نہ دے کہ کسی دوسری قوم یا مذہب یا تہذیب پر حملہ کر سکے۔" (شاندار ماضی جلد دوم)

مذہبیات کے تحت شاہ صاحب صفائی کے ساتھ کہتے ہیں۔

(۱) داعیان صداقت ہر قوم اور ملک میں گزرے ہیں۔ ان کا احترام ضروری ہے۔

(۲) سچائی اور دین کے بنیادی اصول تمام فرقوں میں تقریباً تسلیم شدہ ہیں۔ البتہ اختلاف عمل کی صورت میں ہے۔

(۳) ساری مہذب دنیا کے سماجی اصول اور ان کا منشاء و مقصد ایک ہے اور آخری بات یہ فرماتے ہیں۔ کہ:۔

جہاد ایک مقدس فرض ہے مگر اس کے یہ معنی ہیں کہ مقدس اصول کے لئے انسان اپنے اندر جذبہ فدائیت پیدا کرے، یہاں تک کہ وہ اپنی ہستی ان اصولوں کے لئے فنا کر دے۔ (شاندار ماضی جلد دوم)

طوالت کا خوف دامن گیر ہے اس لئے ہم بات کو مختصر کر کے مطلب کی طرف آنا چاہتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۱۷۶۲ء میں ہو گیا اور ان کے بعد ان کے بڑے صاحب زادے حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ ان کے جانشین بنائے گئے۔ جنہوں نے والد بزرگوار کی جانشینی کا پورا پورا حق ادا کر دیا۔ ان کی کوششوں کے نتیجہ میں ہندوستان کا کوئی علمی حلقہ ایسا نہ تھا۔ جس کا تعلق شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے مرکز سے نہ ہو۔

مولانا سید محمد میاں "علماء ہند کا شاندار ماضی" میں لکھتے ہیں۔

"فک کل نظام" کے ہمہ گیر انقلاب کا تصور جو شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات تک چند دماغوں کی مخصوص امانت تھی شاہ عبدالعزیز صاحب کی وفات کے وقت ملک کا عام جذبہ بن چکا تھا۔ ہزاروں نوجوان اس کے لئے زندگیاں وقف کر چکے تھے۔ اور ان کی صدائے بازگشت ہندوستان سے گزر کر ایشیاء کے دور دراز

ملکوں تک پہنچ چکی تھی۔

یہی شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تھے جنہوں نے ۱۸۳۰ء میں جب "ایسٹ انڈیا کمپنی کا یہ اعلان سنا کہ "زمین خدا کی، ملک بادشاہ کا، حکم کمپنی بہادر کا۔" تو اس کے خلاف جامع مسجد دہلی سے آواز بلند کی۔ "آج سے یہ ملک دارالحرب" ہو گیا۔ ان غاصبوں کے خلاف جہاد کرنا ہمارا فریضہ ہے۔"

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے منہ سے نکلے ہوئے یہ الفاظ کیا تھے۔ صاعقہ آسمانی تھے۔ جس نے انگریزی اقتدار کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا یہ دراصل شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے دل کی پکار تھی۔ یہ پکار پورے ملک میں سنی گئی اور سربکف مجاہدین کے قافلے آگے بڑھنے لگے۔ ۸۵ سال تک ولی اللہ دہلوی کے جانشین علماء نے اس ملک میں جہاد بالسیف کیا، کھوئے ہوئے اسلامی اقتدار کو واپس لانے کی کوششیں کیں۔ آج چاہے کوئی کچھ کہدے اور جو دعوے چاہے کرے لیکن تاریخ تاریخ ہی ہے۔ اس ملک کو انگریزوں کے چنگل سے چھڑانے کے لئے، اور اس کو گہوارہ امن بنانے کے لئے، انسانوں کو شرف انسانیت واپس دلانے کے لئے، مساوات، بھائی چارہ قائم کرنے کے لئے، ملک میں خوشحالی لانے کے لئے علماء حق نے جو منظم کوششیں کیں۔ ان کے مقابلے میں دوسری کوئی تحریک پیش کرنا ناممکن ہے۔ ۸۵ سال کے اندر علماء کی چار تحریکات سامنے آئیں۔

پہلی تحریک:۔ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی زیر قیادت، جس کے سلسلے میں دونوں بزرگوں نے مئی ۱۸۳۱ء میں بمقام بالا کوٹ شہادت پائی۔

دوسری تحریک:۔ ۱۸۵۷ء کی تحریک حریت، جس کو انگریزی حکومت نے "غدر" کا نام دیا، حالانکہ وہ جہاد حریت تھا۔

تیسری تحریک:۔ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد علماء صادق پور کی قیادت میں اٹھی۔ جو عرصہ تک جاری رہ کر ۱۸۸۶ء میں انبالہ کے مشہور مقدمہ پر ختم ہوئی۔

چوتھی تحریک:۔ شیخ الہند مولانا محمود حسن کی زیر قیادت "ریشمی رومال تحریک" کے نام سے مشہور ہے۔ جس نے ۱۹۱۹ء میں شیخ الہند کی ہدایت کے مطابق عدم تشدد اور ہندو مسلم اشتراک کے ذریعہ حصول آزادی کی جدوجہد کی شکل اختیار کی۔

دیوبند تحریک مجلس احرار، خلافت کانفرنس، جمیعت علماء ہند یہ سب اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں جس کی بنیاد شاہ ولی اللہ اور عبدالعزیز نے ڈالی تھی۔ آج ہندوستان ان ہی کے صدقے و طفیل میں آزاد کھڑا نظر آتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ان بزرگوں کا مشن پورا ہو گیا؟ اگر نہیں ہوا تو کیا اس کے لئے ہم نے کوئی منصوبہ تیار کیا ہے؟ شاہ صاحب نے جس آئیڈیل اسٹیٹ کا تصور پیش کیا تھا کیا اس کو موجودہ جمہوری حکومت پورا کرتی ہے؟ بلاشبہ ملک تقسیم ہو کر آزاد ہوا اور ہندوستان میں آزاد حکومت جو سوشلسٹ طرز کا سماج قائم رکھنے کی دعویدار ہے موجود ہے۔ مگر کیا کوئی یہ بھی دعویٰ کر سکتا ہے کہ ملک سے کرپشن،

لاقانونیت اور سامراج ختم ہو گیا، کیا بڑی مچھلی نے چھوٹی مچھلی کو نگلنا چھوڑ دیا ہے۔ زبان کے جھگڑے کیا مٹ گئے۔ کیا تہذیبی اور کلچرل اکائیوں کو ہضم کرنے کی کوشش نہیں کی جارہی ہیں۔ اگر ہماری سوسائٹی میں یہ سارے امراض ابھی تک پائے جاتے ہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ ان کو دور کرنے کے لئے کون لوگ سامنے آئیں گے۔ کیا شاہ صاحب کی انقلابی دعوت و تحریک سے خود کو جوڑنے والے ان عنوانات پر غور فکر کریں گے؟ شاہ صاحب نے اپنے پیش کردہ نظام کے لئے جہاد کو لازم قرار دیا تھا۔ اور فرمایا تھا کہ ان اصولوں کے لئے اپنی ہستی کو فنا کر دو تو کیا ہم نے ایسا کوئی ارادہ کیا ہے۔ اگر کیا ہے تو اس کے کتنے درجے اور ادوار مقرر کئے ہیں، اور یہ بھی واضح کرنے کی ضرورت ہے کہ اس وقت ہم کس درجے میں ہیں اور آئندہ کا منصوبہ اور نقشہ کیا ہے۔

حضرت شاہ صاحب کے پیش کردہ اصولوں کی روشنی میں کم از کم ہندوستانی سوسائٹی کو ایک پیام ایسا دے سکتے ہیں۔ جو اس دور ابتلاء میں اس کو راحت کی چند سانسیں لینے کا موقع فراہم کرسکے۔ ہمارا یہ بھی فرض ہے کہ مسلم معاشرہ کو رسم و رواج، فضول خرچی، دکھاوے سے بچا کر سچی اسلامی زندگی گزارنے کی تلقین کریں۔ مسلمانوں کے اندر سے جہالت کو دور کریں، ان کے دلوں میں خدا کا خوف راستبازی و پاکبازی کے جذبات پیدا کریں، خدمت خلق، نوع انسانی کی فلاح و بہبود اور مظلوموں کی غمخواری کا داعیہ پیدا کریں، سادہ زندگی گزارنے پر زور دیں، نوجوانوں میں محنت اور جفاکشی کا جذبہ پیدا کریں۔

کیا ہمارے موجودہ علماء اس پر غور کریں گے کہ حضرت شاہ صاحب کے نظریات کی بناء پر ایک ایسا مینڈیٹ (منشور) تیار کرنا ضروری ہے یا نہیں۔ جس کے ذریعہ موجودہ زوال پذیر ہندوستانی معاشرے (جس کا ایک جزو ہم بھی ہیں) کو سنبھالا اور سدھارا جاسکے؟ اگر وہ ایسا کر سکے تو اس ملک پر، اس ملک کے بسنے والوں پر ان کا بہت بڑا احسان ہو گا۔ شاہ صاحب کے عہد میں ہمارے مدارس اور خانقاہوں کا جو حال ہو گیا تھا۔ کیا آج وہی حال ان کا نہیں ہے؟ اگر ہے تو ان کے سدھار کی کوشش کب شروع کی جائے گی؟

شاہ صاحب نے اپنے وضع کردہ بنیادی اصولوں میں اسٹیٹ کی جو ذمہ داری بیان کی ہے۔ کیا اس کی توضیح کے لئے ہم نے کوئی اسکیم تیار کی۔ کیا ہم نے اس ملک کے عوام اور خواص کو تعلیم یافتہ طبقہ کو، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پڑھنے پڑھانے والوں کو بتایا کہ آزادیٔ ہند سے بہت پہلے جبکہ اس ملک میں سلطنت مغلیہ کا چراغ ٹمٹما رہا تھا اور انگریز کے قدم ابھی جمنے بھی نہیں پائے تھے کہ ایک عظیم مفکر شاہ ولی اللہ دہلوی نے ہندوستان کے مخصوص تمدنی و تہذیبی حالات کے مطابق ایک ایسا نظام مرتب کیا۔ جس میں اقلیت و اکثریت سب کے تحفظ کو ملحوظ رکھا گیا تھا اور بقاء باہم۔۔۔۔(Co-EXISTENCE) کا اصول پیش کیا گیا تھا۔

(بشکریہ: ماہنامہ "دینی مدارس" دہلی جنوری ۱۹۸۹ء)

منصورالزمان صدیقی (صدیقی ٹرسٹ ،کراچی)

پڑوسی کے حقوق

قرآن و حدیث اور سنت کی روشنی میں

ہمارا دین اسلام اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ اور اپنا دین ہے۔ یہ دین حق کی خوبی ہے کہ زندگی کے ہر مرحلہ کے لئے قرآن وسنت کی روشنی یسر ہے۔ دین و دنیا کی بھلائی اور سہولت کے لئے اسی دین کی تعلیمات پر عمل کرنا ہوگا اس کے خلاف عمل پیرا ہو کر صرف مشکلات اور تکالیف ہی مل سکتی ہیں۔ سہولت و عافیت ممکن نہیں ہے۔

اسلامی تعلیمات پر عمل صرف اتباعِ سنت سے ہی ممکن ہے، جس کی تفصیل احادیث شریفہ میں محفوظ ہے۔ حضور محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و فعل سے ثابت فرمایا ہے کہ دین پر عمل سہل ہے، اس میں عافیت و سکون ہے۔

حقوق کی اہمیت:۔

اسلامی تعلیمات کی رو سے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی بنیادیں اور دائرہ عمل متعین ہے۔ حقوق و فرائض کی پوری وضاحت ہے۔ اللہ کی مخلوق کے جو حقوق آپس میں ایک دوسرے پر قائم ہیں ان کی تشریحات واضح ہیں۔

والدین کے حقوق، اوّلاد کے حقوق، میاں بیوی کے حقوق، ہمسایہ کے حقوق، عزیز و اقرباء کے حقوق حتّیٰ کہ جانوروں تک کے حقوق قائم کر دیئے گئے ہیں۔

اگر یہ حقوق ادا کئے جاتے رہیں تو عام زندگی میں سہولت و عافیت کا باعث بن جاتے ہیں۔ لیکن اگر اس کے خلاف ہو تو پھر یقینی طور پر مشکلات و پریشانیاں پیدا ہوتی ہیں۔ جن کے حل کے لئے مزید غلط اقدامات کئے جاتے ہیں۔ اور اس طرح مستقل پریشانی مول لی جاتی ہے۔

حقوق و فرائض:۔

حقوق کی تشریح سے قبل فرائض کی تعریف ضروری ہے۔ ادائیگی فرض کے بعد حق قائم ہوتا ہے۔ اگر کسی نے اپنا فرض ہی ادا نہ کیا تو اس کا حق بھی قائم نہیں ہوگا۔ اس کی سادہ مثال کسی ملازم یا مزدور کی ہے اگر وہ اپنا کام انجام نہیں دے گا یعنی اپنا فرض ادا نہیں کرے گا تو اس کی تنخواہ یا مزدوری نہیں ملے گی کہ فرض ادا کئے بغیر حق قائم نہیں ہوتا۔

فرائض سے غفلت، حقوق کی طلب:۔

ہمارے معاشرہ میں حقوق کا غلغلہ رہتا ہے۔ یہ کبھی ہڑتالوں تک پہنچ جاتا ہے اور کبھی بناء فساد بن جاتا ہے۔ لیکن اس پر غور نہیں کیا جاتا کہ فرائض کی ادائیگی کے بغیر حق کس طرح قائم ہو سکتا ہے۔ واضح رہے یہ سارا غلغلہ حق وصول کرنے کی غرض سے ہوتا ہے ادا کرنے کے لئے نہیں ہوتا۔ تاہم ایسی مثالیں بھی ہوں گی کہ فرائض بجا طور پر ادا کر دیئے گئے لیکن آجر نے حقوق ادا نہیں کئے۔ یعنی پوری اُجرت یا مزدوری اور تنخواہ ادا نہیں کی تو اس کے لئے بھی ضابطہ اور قاعدہ موجود ہے۔ ایسا شخص خائن، بددیانات اور بےمعاملہ ہے۔ معاشرہ میں ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں ہے۔ یہاں اس کی تفصیل کا موقع نہیں اس لئے ہم اپنے موضوع کی جانب ہی توجہ دیتے ہیں۔

سکون وعافیت:۔

ہمسایہ کے حقوق کی ادائیگی عافیت وسکون کا باعث ہوتی ہے بشرطیکہ دونوں عمل کریں۔ یعنی ہر ایک اپنا فرض اور دوسرے کا حق ادا کرنے کا جذبہ رکھتا ہو۔

یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی ایک فریق اس پر عامل نہ ہو جب کہ دوسرا ہمسایہ حقوق کا خیال رکھتا ہو۔ ایسی صورت میں مناسب طور پر آہستہ آہستہ کوشش جاری رکھنا چاہیے۔ بد دل ہو کر نہیں چھوڑ دینا چاہیے۔ دیر سویر اس کا اثر یقینی ہو گا اور یہی ہمسایہ مستقبل میں اچھا اور ہمدرد پڑوسی ثابت ہو گا۔ اس کے لئے صاحب علم و عمل کی خود ابتداء کرنی چاہیے۔ یہ انتظار بے سود ہے کہ دوسرا پڑوسی ابتداء کرے۔

اللہ کی رحمت:۔

اچھا پڑوسی رحمت ہے۔ پہلے وقتوں میں اچھے پڑوسی کے لئے دعا کی جاتی تھی اب اچھے برے کی تمیز ہی ختم ہو گئی کہ ہماری اکثریت نے حقوق و فرائض کو نظر انداز کر دیا ہے۔ ہمیں علم ہی نہیں کہ ہم پر کیسے فرائض عائد ہیں اور کس کے حقوق ہمیں ادا کرنے ہیں۔

شہری آبادی میں:۔

بڑے شہروں میں جہاں فلیٹوں کے جنگل اُگے ہوئے ہیں۔ یہ صورت ہے کہ دس پندرہ برس کے پڑوسی کے متعلق بھی مکمل معلومات نہیں ہوتیں۔ تعلقات اور ادائیگی حقوق تو بڑی بات ہے۔ صحیح طور پر نام و پیشہ تک کا علم نہیں ہوتا۔ اجس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک ہی عمارت میں ایک دوسرے کے زیر سایہ رہ کر بھی بیگانہ رہتے ہیں۔

تقریباً یہ ہی صورت بنگلہ نشین اور کوٹھیوں میں آباد خاندانوں کی ہے کہ وہ قریب رہ کر بھی فاصلہ رکھتے ہیں۔ حالانکہ حقِ ہمسایہ کے تحت حقوق ایک دوسرے پر قائم ہوتے ہیں۔ اگر ہم صرف اتباعِ سنّت

کے تحت ہی تعلقات قائم کریں اور حُسنِ سلوک کا مظاہرہ کریں تو یہ دین و دنیا کے لئے مفید ہوگا۔

ہمسایہ کے حقوق:۔

ہمسایہ کی تعریف واضح ہے۔ جو آپ کے پڑوس میں رہتا ہو خواہ غریب ہو امیر ہو حتّٰی کہ کافر و مشرک ہی کیوں نہ ہو اس کا حق قائم ہے۔ اس کے حقوق کیا ہیں؟ ان کی وضاحت احادیث شریفہ سے واضح ہے پڑوسی دور کا ہو یا نزدیک کا، کافر ہو یا مسلمان، رشتہ دار ہو یا نہ ہو، اس کا حق بطور ہمسایہ قائم ہے اور یہ حق اللہ تعالیٰ کا قائم کردہ ہے۔

پڑوسی تین قسم کے ہوتے ہیں ان میں ہر ایک اپنے حق کے مطابق حُسنِ سلوک کا مستحق ہے۔

پڑوسی کے حقوق قرآن و سنت سے ثابت ہیں بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ان کی ادائیگی کے لئے احکامات ہیں اور اس کے لئے اجر و ثواب ہے۔ دنیا و آخرت کا انعام ہے۔

ہمسایہ کی اہمیت:۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

(۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''اللہ کے خاص قاصد جبریل پڑوسی کے حق کے بارے میں مجھے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) برابر وصیت اور تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ میں خیال کرنے لگا کہ وہ اس کو وارث قرار دیں گے۔'' (صحیح۔ بخاری و مسلم)

پڑوسی اور ہمسایہ کی اہمیت اس تاکید اور مسلسل احکامات سے ثابت ہے کہ اس درجہ اس کا مقام ہے اور ایسے حقوق ہیں کہ جیسے کسی شخص پر والدین اور اولاد یا قریبی اعزہ کے ہوں جو وارث ہوتے ہیں۔ ان کے مطابق پڑوسی کا بھی حصہ ورثہ میں نہ شامل ہو جائے۔ اس ارشاد گرامی کا مقصد پڑوسی کے حقوق کی اہمیت واضح کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی شرط ہے:۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی قراد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

(۲) ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے وضو کا استعمال شدہ پانی لے لے کر اپنے اوپر ملنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا، ''تمہارے لئے اس کا کیا باعث اور محرک ہے''؟ (یعنی تم ایسا کیوں کر رہے ہو) انہوں نے عرض کیا کہ بس اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ''جس کی یہ خوشی اور چاہت ہو کہ اس کو اللہ اور رسول کی محبت نصیب ہو یا یہ کہ اس سے اللہ و رسول کو محبت ہو تو اسے چاہیے تین باتوں کا اہتمام کرے۔ (۱) بات کرے تو سچ بولے۔ (۲) جب کوئی امانت اس کے سپرد کی جائے تو امانت داری کے ساتھ اس کو ادا کرے (۳) اور اپنے پڑوسیوں کے ساتھ اچھا رویہ رکھے۔'' (شعب الایمان للبیہقی)

یہاں پڑوسی کے حقوق کا بیان حق و سچ و امانت کے ساتھ فرما کر اس کو حق و امانت کے برابر درجہ عطا فرمایا ہے جس سے اس کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

لازمہ ایمان :۔

حضرت ابوشریح عدوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

(۳) میں نے اپنے کانوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنا اور جس وقت آپ یہ فرمارہے تھے اس وقت میری آنکھیں آپ کو دیکھ رہی تھیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے لازم ہے کہ اپنے پڑوسی کے ساتھ اکرام کا معاملہ کرے۔ اور جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے لازم ہے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔ اور جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے لازم ہے کہ اچھی بات بولے یا "چپ رہے"۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

مہمان جو کبھی کبھار عارضی قیام کے لئے آتا ہے اس کا اکرام اور مستقل ہمسایہ و پڑوسی کا اکرام ایک ہی ارشاد گرامی میں خاص وزن رکھتا ہے۔ اس سے ہمسایہ کے حق کا تعین ہو سکتا ہے۔ پڑوسی کے حقوق کی ادائیگی لازمہ ایمان ہے۔

مومن اور جنتی نہیں :۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

(۴) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ارشاد فرمایا کہ "اللہ کی قسم وہ شخص مومن نہیں، اللہ کی قسم اس میں ایمان نہیں، اللہ کی قسم وہ صاحب ایمان نہیں۔ عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون شخص؟ (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس بدنصیب شخص کے بارے میں قسم کے ساتھ ارشاد فرمارہے ہیں کہ وہ مؤمن نہیں اور اس میں ایمان نہیں؟) آپ نے ارشاد فرمایا کہ: "وہ آدمی جس کے پڑوسی اس کی شرارتوں اور مفسدہ پردازیوں سے مامون اور بےخوف نہ ہوں۔" یعنی ایسا آدمی ایمان سے محروم ہے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

غور فرمائیے کہ اس ارشاد گرامی کے بعد بھی اگر کوئی شخص پڑوسی کے لئے آزار و تکلیف کا باعث ہو اس کا انجام کیا ہو گا؟ ایمان اور جنت سے محرومی سے زیادہ بدنصیبی اور کیا ہے۔

اس کے ساتھ دوسری حدیث شریف میں مزید وضاحت سے ملاحظہ فرمائیے

جنت سے محرومی :۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(۵) "وہ آدمی جنت میں داخل نہ ہو سکے گا جس کی شرارتوں اور ایذارسانیوں سے اس کے پڑوسی

مامون نہ ہوں۔" (صحیح مسلم)

یعنی ایسا مسلمان اس وقت تک جنت میں داخل نہ ہو سکے گا کہ جب تک وہ اپنے کئے کی سزا نہ پالے گا۔

مومن نہیں ہے:۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

(۶) "وہ آدمی مجھ پر ایمان نہیں لایا (اور میری جماعت میں نہیں ہے) جو ایسی حالت میں اپنا پیٹ بھر کے رات کو (بے فکری سے) سو جائے کہ اس کے برابر رہنے والا اس کا پڑوسی بھوکا ہو اور اس آدمی کو اس کے بھوکے ہونے کی خبر ہو۔" (مسند بزار، معجم کبیر اللطبرانی)

یہ ہی مضمون قریب قریب انہی الفاظ میں امام بخاری نے "الادب المفرد" میں اور بیہقی نے "شعب الایمان" میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اور حاکم رحمہ اللہ نے مستدرک میں روایت کیا ہے۔

لمحۂ فکریہ:۔

ہم مسلمان جو ایمان کا دعوی رکھتے ہیں اور اتباع سنت بھی ضروری خیال کرتے ہیں غور کریں، کیا واقعی ہم سنت مبارکہ پر عمل کر رہے ہیں، کیا ہم نے کبھی اپنے غریب ہمسایہ کے بارہ میں فکر کی ہے، کیا ہمارے پڑوسی ہم سے خوش اور مطمئن ہیں، ہمارا سلوک برادرانہ اور دوستانہ ہے؟ اگر نہیں تو ابھی وقت ہے ہم اپنے اعمال کی اصلاح کر سکتے ہیں۔ فکر و توجہ کی ضرورت ہے۔

اچھا ہمسایہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ دکھ درد میں شریک اور ہر معاملہ میں ہمارا ساتھی بن سکتا ہے۔ یہ اس حکم کی تعمیل کا دنیاوی انعام ہے جب کہ آخرت کا انعام ایمان و جنت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے حقوق کی ادائیگی عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی تعمیل ہے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھی ہے۔

چند ضروری حقوق:۔

حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پڑوسی کے حقوق تم پر یہ ہیں۔ (۱) اگر وہ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت و خبر گیری کرو۔ (۲) اور اگر انتقال کر جائے تو اس کے جنازہ کے ساتھ جاؤ۔ اور تدفین کے کاموں میں ہاتھ بٹاؤ۔ (۳) اور اگر وہ اپنی ضرورت کے لئے قرض مانگے تو بشرط استطاعت اس کو قرض دو۔ (۴) اور اگر وہ کوئی برا کام کر بیٹھے تو اس کی پردہ پوشی کرو۔ (۵) اور اگر اسے کوئی نعمت ملے تو اس کو مبارکباد دو۔ (۶) اور اگر کوئی مصیبت پہنچے تو تعزیت کرو۔ (۷) اور اپنی عمارت کو (یعنی مکان جائیداد وغیرہ) اس کی عمارت سے اس طرح بلند نہ کرو کہ اس کے گھر کی ہوا بند ہو جائے۔ (۸) اور جب تمہارے گھر کوئی خاص کھانا پکے تو اس کی کوشش کرو کہ تمہاری

باندھی کی مہک اس کے لئے (اور اس کے بچوں کے لئے) باعثِ ایذا نہ ہو، الّا یہ کہ اس میں سے کچھ اس کے گھر بھی بھیج دو۔ (معجم کبیر طبرانی)

اسی حدیث شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے یہ اضافہ ہے:

(۸) اور اگر تم کوئی پھل خرید کر لاؤ تو اس میں سے پڑوسی کے ہاں بھی ہدیہ بھیجو اور اگر ایسا نہ کر سکو تو اس کو چھپا کے لاؤ (کہ پڑوس میں خبر نہ ہو اور اس کی بھی احتیاط کرو کہ) تمہارا کوئی بچہ وہ پھل لے کر گھر سے باہر نہ نکلے کہ پڑوسی کے بچے کو دیکھ کر جلن پیدا ہو۔ (کنزالعمال)

یہ پڑوسی اور ہمسایہ کے حقوق ہیں ان پر عمل کیا جائے تو محبت و یگانگت پیدا ہو جائے گی۔ غریب ہمسایہ کے لئے خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔ یہاں تک فرمایا کہ اگر زیادہ مالی استطاعت نہ ہو تو بھی اس طرح کیا جائے جیسا کہ حسب ذیل حدیث میں فرمایا ہے:

(۹) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"جب تم میں سے کسی کے یہاں سالن کی ہانڈی پکے تو اسے چاہیے کہ شوربا زیادہ کر لے پھر اس میں سے کچھ پڑوسی کو بھیج دے۔" (معجم اوسط للطبرانی)

یہ ہی ہدایت جامع ترمذی میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے۔

پڑوسی اور ہمسایہ کی بھی قسمیں ہیں۔ یعنی ان کے درجات ہیں۔ جو مومن اور مسلمان ہے اور نزدیکی پڑوسی ہے اسکا حق فائق ہے اور جو رشتہ دار بھی ہے اس کا حق اور بھی زیادہ ہے۔

پڑوسی کی تین قسمیں:۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

(۱۰) "پڑوسی تین قسم اور درجے کے ہوتے ہیں۔ (۱) وہ پڑوسی جس کا صرف ایک ہی حق ہو اور وہ (حق کے لحاظ سے) سب سے کم درجہ کا پڑوسی ہے۔ (۲) وہ پڑوسی جس کے دو حق ہیں۔ (۳) وہ پڑوسی جس کے تین حق ہوں۔

ایک حق والا پڑوسی وہ ہے جو مشرک ہے جس سے کوئی رشتہ داری بھی نہ ہو (یعنی اس کا حق صرف پڑوسی ہونے کی وجہ سے ہے) دوسرا وہ ہے جو پڑوسی ہونے کے ساتھ مسلم بھی ہو (یعنی دینی بھائی ہو) اس کا ایک حق مسلمان ہونے کی وجہ سے دوسرا حق پڑوسی ہونے کی وجہ سے تیسرا وہ ہے جو پڑوسی بھی ہو مسلمان بھی اور رشتہ دار بھی ہو۔ (مسند بزار، حلیہ ابن نعیم)

جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے متعلق روایت کیا گیا ہے کہ ایک دن ان کے گھر بکری ذبح ہوئی۔ وہ تشریف لائے تو انہوں نے گھر والوں سے کہا۔

"تم لوگوں نے ہمارے یہودی پڑوسی کے لئے بھی گوشت کا ہدیہ بھیجا؟ تم لوگوں نے ہماری یہودی

پڑوسی کے لئے بھی بھیجا؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ:
"پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں مجھے جبریل (علیہ السلام) (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) برابر وصیت اور تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ وہ اس کو وارث بھی قرار دیں گے۔" (جامع ترمذی)

تعلیم و تربیت بھی حق ہے:۔

اب تک پڑوسی کے اکرام اور عام معاملات کے بارے میں ہدایات پیش کی گئی ہیں۔ اب ایک خصوصی معاملہ یعنی تعلیم و تربیت کے بارے میں ارشاد گرامی ہے۔ دینی تعلیم اور اخلاقی حالت کے لحاظ سے پسماندہ پڑوسی کی تربیت بھی پڑوسی کا حق ہے۔ یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب ہم خود اتباع سنت میں کامل ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر عمل پیرا ہوں۔

(۱۲) علقمہ بن عبدالرحمن بن ابزیٰ نے اپنے والد عبدالرحمن کے واسطے سے اپنے دادا ابزیٰ خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن (ایک خاص خطاب میں) ارشاد فرمایا کہ:

"کیا ہو گیا ہے ان لوگوں کو اور کیا حال ان کا (جنہیں اللہ نے علم و تفقہ کی دولت سے نوازا ہے اور ان کے پڑوس میں ایسے پسماندہ لوگ ہیں جن کے پاس دین کا علم اور اس کی سمجھ بوجھ نہیں ہے۔ وہ اپنے ان پڑوسیوں کو دین سکھانے اور ان میں دین کی سمجھ بوجھ پیدا کرنے کی کوشش نہیں کرتے ہیں، نہ ان کو وعظ و نصیحت کرتے ہیں، نہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری ادا کرتے ہیں۔ اور کیا ہو گیا ہے ان (بے علم اور پسماندہ) لوگوں کو کہ وہ اپنے پڑوسیوں سے دین سیکھنے اور دین کی سمجھ بوجھ پیدا کرنے کی فکر نہیں کرتے، نہ ان سے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

اللہ کی قسم دین کا علم اور اس کی سمجھ رکھنے والے لوگوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے (ناواقف اور پسماندہ) پڑوسیوں کو دین سکھانے اور دین کی سمجھ بوجھ پیدا کرنے کی کوشش کریں اور وعظ و نصیحت کریں اور انہیں نیک کاموں کی تاکید کریں اور برے کاموں سے منع کریں۔ اسی طرح ان کے (ناواقف اور پسماندہ) پڑوسیوں کو چاہیئے کہ وہ خود طالب بن کر اپنے پڑوسیوں سے دین کا علم و فہم حاصل کریں اور ان سے نصیحت لیں یا پھر (یعنی اگر یہ دونوں طبقے اپنا اپنا فرض ادا نہیں کریں گے) تو میں ان کو دنیا ہی میں سخت سزا دلواؤں گا۔"

(مسند اسحٰق بن راہویہ، کتاب الواحد ان للبخاری۔ مصنف ابن السکن۔ مسند ابن مندہ)

غور و فکر کی ضرورت:۔

اس آخری حدیث شریف میں سب سے آخر کا ٹکڑا خصوصی غور و فکر کا حامل ہے۔ ارشاد فرمایا اگر پڑوسی تعلیم و تربیت کا اپنا اپنا فرض اداء نہیں کریں گے تو دنیا میں ہی سخت سزا دلواؤں گا۔ اس ارشاد عالی کی روشنی میں غور کیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ یہ سزا ہمیں مل رہی ہے آئے دن کی لڑائی جھگڑے، فسادات کہیں، بچوں کی لڑائی میں بڑوں کا ملوث ہو کر قتل اور اقدام قتل تک پہنچ جانا، کہیں اغوا و سرقہ کے

جرائم کا ہونا، کہیں مقدمہ بازی قائم ہو جانا۔ یہ سب سزائیں اسی ارشادِ گرامی کے تحت ہیں۔ اگر ہم اپنی تعلیمات پر عمل پیرا ہوتے تو یہ سب کچھ پیش نہ آتا۔

اتباعِ سنّت کا اجر و ثواب ضائع کر دینا ہی بڑا عذاب ہے چہ جائیکہ یہ آفات نازل ہوں۔ ظاہر ہے یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ ہم نے اپنی بنیادی تعلیمات کو نظر انداز کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کا فہم اور سمجھ عطا فرمائے اور ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

پڑوسی کے حقوق کی ادائیگی خود اپنے لئے رحمت ہے اس کا انعام دین و دنیا میں ظاہر و ثابت ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ عزوجل:۔

محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات فی الحقیقت وحی الٰہی ہیں۔ آپ نے جو بھی ارشاد فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کے حکم و تعلیم کے مطابق ہے۔ باری تعالیٰ سبحانہ کا ارشاد گرامی ہے۔

اِن ھُوَ اِلَّا وَحیٌ یُوحیٰ (النجم ۴)

ترجمہ: (ان کا کلام تو) تمام تر وحی ہی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے۔

اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بھی تعلیم فرمایا وہ من جانب اللہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات وحی الٰہی کے مطابق اور ان پر عمل اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:۔

پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کا حکم قرآن شریف میں بھی آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور حُسن سلوک رکھو والدین کے ساتھ اور قرابت داروں کے ساتھ اور یتیموں اور مسکینوں اور پاس والے پڑوسی اور دور والے پڑوسی اور ہم مجلس اور راہ گیر کے ساتھ اور جو تمہاری ملک میں ہے ان کے ساتھ۔ قطعاً اللہ ایسوں کو دوست نہیں رکھتا جو خود بین ہیں فخار ہیں۔ (پارہ نمبر ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۳۶)

والدین، قرابت دار، یتیم، مسکین اور پڑوسی حسن سلوک کے مستحق ہیں۔ ان کے ساتھ ہم مجلس (دوست احباب اور مسافر، لونڈی اور غلام یا ملازمین) بھی حسن سلوک کے مستحق ہیں۔ یہاں بھی والدین اور قرابت داروں کے ساتھ پڑوسی کا ذکر آنا اس کی اہمیت ظاہر کرتا ہے۔

تجربہ شرط ہے:۔

اللہ تعالیٰ کے احکامات شریعت مطہرہ کی بنیاد ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث شریفہ اس کلامِ الٰہی کی تشریح ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال و اقوال اس کی عملی تفسیر ہیں۔

یہ تمام احکامات انسانوں کے اپنے مفاد کے لئے ہیں عمل شرط ہے۔ اگر بنیادی چیز یعنی عمل ہی نہ

ہو تو ظاہر ہے فائدہ کیا ہو گیا۔

بات صاف اور واضح ہے، تجربہ شرط ہے آج ہی عمل پیرا ہو کر ان ہدایات کا فائدہ دریافت کر لیجئے۔

یہ ہی نہیں شریعت مطہرہ کے تمام اصول و قواعد مخلوق کے اپنے فائدہ کے لئے ہیں۔ ان پر عمل کر کے ہی دین و دنیا کی فلاح حاصل ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ نہ کوئی صورت ممکن ہے اور نہ کوئی طریقہ ہے۔

ایک گزارش

بات صرف پڑوسی اور ہمسایہ کے حقوق تک ہی محدود نہیں ہے۔ حقوق العباد کی ایک جامع فہرست ہے۔ ضرورت غور و فکر کی ہے۔ ہمارا طرز فکر دین کے مطابق اور تابع ہو تو صراطِ مستقیم حاصل ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی اتباع اور ایمانِ کامل بنیادی اصول ہے اس کے لئے علم حاصل کرنا ضروری ہے۔

بزرگوں کی صحبت اختیار کرنا اور طالب بن کر ان کی مجلس میں حاضر ہونا علم کے حصول کا بہتر ذریعہ ہے۔ ظاہر ہے یہ ہر شخص کے لئے ہر وقت ممکن نہیں بلکہ گاہ بگاہ ہی ممکن ہو سکتا ہے۔ آج کے مصروف دور میں جب کہ ہم نے مصنوعی ضروریات پیدا کر کے ان کو رفع کرنے کے لئے خود غیر ضروری مصروفیات پیدا کر لی ہیں۔ مناسب ہے کہ جس وقت سہولت ہو مطالعہ کی عادت ڈالیں۔ علم دین کا ضرورت کے مطابق حاصل کرنا واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اعمالِ صالحہ کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

[illegible]

ہمارے حکمران منافقانہ طرز عمل اختیار کر کے اسلام کو بدنام کر رہے ہیں اور خود اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں۔

اجتماع جمعہ میں مجلس احرار اسلام کراچی کے صدر جناب شفیع الرحمن، جناب محمود احمد، قاری شیر علی اور دیگر احرار کارکنوں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔

جناب سید کفیل بخاری نے قیام کراچی کے دوران مولانا محمد اسلم شیخو پوری (مدیر ماہنامہ الاشرف) سے ملاقات کی اور باہمی دلچسپی کے امور پر گفتگو کی۔ وہ جامعہ بنوریہ میں بھی تشریف لے گئے۔ علاوہ ازیں مدرسہ عربیہ سیف الاسلام میں محترم قاری شیر علی کی دعوت پر تشریف لے گئے۔ مدرسہ کے نظم و نسق اور تعلیمی صورت حال کا جائزہ لیا اور احرار کارکنوں کو تنظیمی ہدایات دیں۔ جناب بخاری صاحب ۲۰، رمضان المبارک ۹، جنوری کو واپس ملتان تشریف لے گئے۔

سید محمد کفیل بخاری کی تبلیغی و تنظیمی مصروفیات

* مدیر ماہنامہ نقیب ختم نبوت سید محمد کفیل بخاری نے رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ملتان کے درج ذیل مقامات پر ختم قرآن کریم کی تقاریب سے خطاب کیا۔ جامع مسجد الفردوس وہاڑی روڈ، عثمان بال، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، مدنی مسجد محلہ رحیم آباد، چاہ کوڑے والا، مسجد اللہ اکبر معصوم شاہ روڈ، مجد نور تغلق روڈ اور مسجد ابوسفیان بستی سیالاں۔ علاوہ ازیں چیچہ وطنی اور کراچی کا تنظیمی دورہ بھی کیا اور کراچی میں مختلف احباب سے ملاقات کے علاوہ جامع مسجد سیدہ عائشہؓ اور جامع مسجد عثمانیہ میں اجتماعات سے خطاب کیا۔

۲۶، جنوری کو "وھوا" تحصیل تونسہ میں عزیزم حافظ محمد ضیاء اللہ (مدرس مدرسہ محمودیہ ناگڑیاں) کی تقریب نکاح میں شرکت اور اجتماع سے خطاب۔ ۲۷ جنوری کو "لکرہ" نزد جھوک بودو تحصیل تونسہ میں جامعہ سیدنا معاویہؓ کے افتتاح کے موقع پر جلسہ عام سے خطاب کیا۔ اس دورہ میں حافظ مولوی محمد اکمل، حافظ محمد یٰسین اور حافظ محمد عنایت اللہ آپ کے ہمراہ تھے۔ اس اجتماع میں علاقہ تحصیل تونسہ اور مختلف بستیوں سے کثیر تعداد میں احرار کارکنوں اور عوام نے شرکت کی۔

ابو معاویہ (کراچی)

◆ صدیقہ کائنات سیدہ عائشہؓ اسلام اور امت مسلمہ کی محسنہ ہیں۔

خواتین کے حقوق کا تعین اور ان کے بے شمار مسائل کا حل آپ کے ذریعہ ہوا۔

◆ سیدہ عائشہ صدیقہ علوم نبوت کی سب سے بڑی معلمہ اور مبلغہ ہیں۔

کراچی میں ام المؤمنین کانفرنس سے سید محمد کفیل بخاری، مولانا عبدالرشید انصاری، مولانا اکرام الحق خیری اور اقبال احمد صدیقی کا خطاب

ماہنامہ نقیب ختم نبوت کے مدیر سید محمد کفیل بخاری ۱۶، رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ مطابق ۵، جنوری ۱۹۹۹ء کو پانچ روزہ تنظیمی دورہ پر کراچی پہنچے۔ نقیب ختم نبوت کے مستقل قلمی معاون اور ممتاز شاعر جناب سید کاشف گیلانی آپ کے میزبان تھے۔ چار روز انہی کے ہاں قیام رہا اور انہوں نے اپنی انتہائی مصروفیات میں سے بخاری صاحب کے لئے وقت نکالا۔ اور میزبانی کا حق اداء کر دیا۔

۱۷، رمضان المبارک کو تحریک انصار الاسلام کے زیر اہتمام نویں سالانہ عظمت ام المؤمنین کانفرنس مسجد سیدہ عائشہ صدیقہ سیکٹر ۱۱ بی نارتھ کراچی میں منعقد ہوئی۔ جناب سید کفیل بخاری، محترم مولانا عبدالرشید انصاری اور مولانا اکرام الحق خیری کی دعوت پر یہاں تشریف لائے اور بعد عصر تا افطار سیدہ ام

المؤمنین رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب کے موضوع پر خطاب کیا۔ کانفرنس کی صدارت ممتاز سیرت نگار جناب اقبال احمد صدیقی نے فرمائی۔ کانفرنس سے مولانا عبدالرشید انصاری، مولانا اکرام الحق خیری اور جناب اقبال احمد صدیقی نے خطاب کیا۔ مجلس احرار اسلام کراچی کے صدر جناب شفیع الرحمن، جناب محمود احمد، جناب قاری علی شیر، جناب سید کاشف گیلانی اور دیگر احرار کارکن بھی اجتماع میں موجود تھے۔ جناب شفیع الرحمن نے مجلس احرار اسلام کے منشور اور اغراض و مقاصد کے نعروں پر مشتمل بینروں سے اجتماع گاہ کو سجا دیا تھا۔ مہمان خصوصی جناب سید کفیل بخاری نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ ام المؤمنین، صدیقہ کائنات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اسلام اور امت مسلمہ کی محسنہ ہیں۔ اسلام میں خواتین کا مقام و مرتبہ اور خواتین کے مسائل کا دینی حل سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا امت مسلمہ کو عطیہ ہے۔ احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ حضرت سیدہ ہی کی روایات سے محفوظ ہے۔

مولانا عبدالرشید انصاری نے کہا کہ معذوروں کے لئے وضو کی بجائے تیمم کا حکم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بدولت ہی امت کو ملا۔ نبی علیہ السلام نے سیدہ عائشہؓ کے حجرہ کو ہی قیامت تک اپنا مسکن بنایا اور تمام امہات المؤمنین پر آپ کو فضیلت بخشی۔

مولانا اکرام الحق خیری نے کہا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ علوم نبوت کی سب سے بڑی معلمہ اور مبلغہ ہیں۔ جناب اقبال احمد صدیقی نے کہا کہ جب بھی امت پر کوئی مشکل پڑی تو سیدہ عائشہ صدیقہ نے ہی اس مشکل گھڑی میں رہنمائی فرمائی۔ بڑے بڑے صحابہ کرام بھی آپ کے فتویٰ اور فیصلے کو قبول کرتے۔

◆ یہود و نصاریٰ کا فیصلہ ہے کہ مسلمانوں کو اعتقادی اور عملی طور پر اسلام سے دور کر دیا جائے

◆ اسلام نے تمام انسانی مسائل کا مکمل حل پیش کیا ہے۔

◆ پاکستان کی بقا اور امن صرف نفاذ اسلام میں مضمر ہے۔ (سید محمد کفیل بخاری)

جامع مسجد عثمانیہ بفرزون کے خطیب مولانا چراغ الاسلام کی دعوت پر مدیر نقیب ختم نبوت جناب سید محمد کفیل بخاری نے ۱۹، رمضان المبارک کو جامع مسجد عثمانیہ میں خطبہ جمعہ دیا۔ آپ نے ایک بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پوری دنیا کے یہود و نصاریٰ میڈیا کے ذریعے مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ ان کا فیصلہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو اعتقادی اور عملی طور پر اسلام سے دور کر دیا جائے اور حقیقی مسلمان نہ رہنے دیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کی بقا اور امن صرف نفاذ اسلام میں مضمر ہے۔ انہوں نے کہا کہ

بقیہ ص ۵۵ پر

حسنِ انتقاد

تبصرہ کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

کتاب: سیرتِ ذی النورین رضی اللہ عنہ
مؤلف: مولانا سید نورالحسن بخاری رحمہ اللہ
ضخامت: ۳۴۵ صفحات، قیمت: ۱۲۰/- روپے
ناشر: مکتبہ صداقت اہل سنت کراچی
ملنے کا پتہ: محمد سعید سلیمان، کتب فروش
بنگلہ نمبر ۲۱، مقابل پولیس ہیڈ کوارٹرز، گارڈن روڈ۔ کراچی

زیر تبصرہ کتاب ماضی قریب کے ایک متبحر عالم دین اور محقق، حضرت علامہ سید نورالحسن بخاری رحمہ اللہ کی شاہکار تالیف ہے۔ موصوف "تنظیم اہل سنت" کے بانی رہنما تھے بلکہ پوری تنظیم میں ایک بھی شخصیت علمی اعتبار سے ان کے ہم پلہ نہیں تھی۔ انہوں نے تمام عمر دفاع و مدح صحابہ کے مشن میں کھپا دی۔ تحریر و تقریر دونوں محاذوں پر سرگرم عمل رہے۔ ہفت روزہ "دعوت" اور ہفت روزہ "تنظیم" میں زبردست قلمی جہاد کیا۔ ان کی تالیفات کی تعداد سترہ سے متجاوز ہے۔

امیر المؤمنین، خلیفۂ راشد، سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کی شخصیت گرامی پر رافضیوں، سبائیوں اور ان سے متاثر کئی خود ساختہ محققوں اور نام نہاد مؤرخوں نے جو گرد اڑائی ہے اس کی بنیاد تاریخ کے کذاب، منافق، رافضی اور سبائی راویوں کی مکذوبہ روایات ہیں۔ مشہور یہودی النسل منافق عبداللہ ابن سبا، صحابہ دشمن تحریک کا بانی تھا۔ تاریخ میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی رداء ابیض پر جتنا بھی کیچڑ اچھالا گیا ہے انہی سبائیوں کا کارنامہ ہے۔ ہمیں صحابۂ کرام اور بعد کی شخصیات میں ایک بنیادی فرق ملحوظ رکھنا چاہیے کہ صحابۂ کرام قرآنی شخصیات ہیں، تاریخی نہیں۔ تاریخ نے صحابہ کرام سے جو سلوک کیا ہے۔ وہ بخاری صاحب مرحوم کے الفاظ میں ملاحظہ ہو ....

"امامِ مظلوم، صرف اس اعتبار سے مظلوم نہیں کہ آپ انتہائی مظلومیت و بے کسی کے عالم میں نہایت بے دردی سے مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں شہید کر دیئے گئے بلکہ آپ اس لحاظ سے بھی مظلوم عظیم ہیں کہ تاریخ اسلام نے کماحقہ آپ کا حق ادا نہیں کیا۔" (کتاب مذکور ص ۹)
مزید لکھتے ہیں کہ.........

"یہی سب سے بڑی آفت ہے کہ اشرار امت نے اپنے بغض و عناد اور نفرت و عداوت کے جذبات کی تسکین کے لئے اکابر امت اور اصحاب رسول علیہم الرضوان کے خلاف بہتان طرازیاں، افترا پردازیاں اور الزام تراشیاں کیں۔ اور ان کو پروپیگنڈہ کے زور سے اس درجہ ہوا دی کہ اخیار امت بھی اس جھوٹے پروپیگنڈہ

کا شکار ہو کر رہ گئے۔ اور پڑھے لکھے مسلمانوں کا آئینۂ دل غبار آلود و مکدر ہو گیا" (ص ۱۱)

حضرت بخاری مرحوم نے دلائل و براہین کی قوت سے تاریخ میں اُڑائی گئی اسی گرد کو صاف کیا ہے اور سبائی پروپیگنڈہ کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر قعرِ مذلت میں پھینک دیا ہے۔

بخاری صاحب مرحوم کا اسلوب نگارش نہایت سادہ، دل نشیں اور ادبی شہ پارہ ہے۔ جا بجا موقع کی مناسبت سے خوبصورت اشعار نگینے کی طرح جڑے ہوئے ہیں جس سے مرحوم کے بلند شعری ذوق اور حسن انتخاب کا بھی پتہ چلتا ہے۔ یہ کتاب اہل سنت والجماعت کے ہر فرد کی ضرورت ہے۔ خصوصاً مدح و دفاع صحابہ کے مشن کے لئے تحریکی کام کرنے والے ہر عالم، خطیب، کارکن، اور دینی مدارس کے طلباء کے لئے اس مطالعہ از بس ضروری ہے۔ گویا یہ ایک ایسا علمی و تحقیقی ہتھیار ہے جو اس محاذ پر دادِ شجاعت دینے والے ہر سپاہی کا زیور ہے۔

نام کتاب: المرأۃ المسلمہ

مؤلف: حافظ ارشاد احمد دیوبندی

ضخامت: ۲۵۶ صفحات۔ قیمت: ۱۲۵/-

ناشر: مکتبہ الخلیل، چنوموم، تحصیل و ضلع سیالکوٹ

اسلام ہی وہ واحد دین ہے جس نے عورت کو جو مقام و شرف اور منصب عطاء فرمایا ہے وہ دنیا کے کسی مذہب اور نظام میں نہیں ہے۔ یہ المیہ ہے کہ آج کی مسلمان عورتوں کی اکثریت مغربی تہذیب و ثقافت کی اسیر ہو کر اپنا مقام و مرتبہ کھو چکی ہیں۔ حتیٰ کہ بعض مسلمان ملکوں خصوصاً پاکستان میں "حقوق نسواں" اور "آزادیٔ نسواں" کے عنوان سے باقاعدہ تحریکیں جاری ہیں جن کی پشت پناہی اور مالی امداد یہود و نصاریٰ کی سکہ بند تنظیمیں اور ادارے کر رہے ہیں۔ این جی اوز کا کردار اس سلسلے میں خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔

محترم حافظ ارشاد احمد دیوبندی اور محترم مولانا خلیل الرحمن راشدی نے اس سلگتے ہوئے اہم موضوع پر قرآن و حدیث اور اجماعِ امت کی روشنی میں یہ کتاب تالیف کی ہے۔ اس کے چودہ ابواب ہیں۔ جن میں عورت کے نجی کردار سے لیکر اجتماعی کردار تک کے موضوعات پر بھرپور گفتگو کی گئی ہے۔ ماں، بہن، بیٹی، بیوی ان چاروں مقدس رشتوں کے حقوق و فرائض اور خواتین کے مسائل کا دینی حل اس کتاب میں پیش کیا گیا ہے۔ ایک مفید اور اصلاحی کاوش ہے اور اس میں خواتین کی تعلیم و تربیت اور تعمیر کردار کا بہترین مواد موجود ہے۔ کتاب درج ذیل پتوں میں سے کسی ایک پر خط لکھ کر منگوائی جا سکتی ہے۔

(۱) مکتبہ الخلیل، بمقام چنوں موم، تحصیل و ضلع سیالکوٹ

(۲) حافظ ارشاد احمد دیوبندی۔ افضل حق لائبریری۔ ظاہر پیر، ضلع رحیم یار خان

کتاب: شمائل و اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
مصنف: قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ
ترجمہ و تخریج: ڈاکٹر محمود الحسن عارف
ضخامت: ۱۸۹ صفحات، قیمت: ۸۰/ روپے
ناشر: نفیس اکادمی، الکریم مارکیٹ، اردو بازار لاہور

حضور خاتم النبیین سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود گرامی، آپ کا اسوۂ حسنہ، شمائل و اخلاق غرض پوری حیاتِ طیبہ ہر مسلمان کے ایمان کی بنیاد اور شخصیت کے حسن کا زیور ہے۔ اس کے بغیر نہ تو ایمان ایمان کی تکمیل ہوتی ہے اور نہ ہی بارگاہِ الٰہی میں ایمان قبول ہوتا ہے۔ توحید، رسالت و نبوت، قرآن، ملائکہ، تقدیر، حیات و موت، قبر، جزاو سزا، قیامت اور مابعد القیامت حیات دائمی، جنت، دوزخ۔ یہ سب کچھ نبی کریم رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے وجود با سعادت کے صدقہ میں ہمیں عطا ہے۔ ان نعمتوں کا شکر صرف اور صرف اس میں ہے کہ ہم مسلمانوں کی زندگی اسوۂ حسنہ سے مزین ہو جائے۔ (آمین)

زیر تبصرہ کتاب بارہویں صدی ہجری کے ایک متبحر عالم دین قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے۔ قاضی صاحب کا سلسلۂ نسب ۳۵ ویں پشت میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔ شیخ جلال الدین عثمانی چشتی بھی آپ کے اجداد میں سے ہیں۔ صاحب کتاب، حضرت مرزا مظہر جان جاناں کی خانقاہ کے تربیت یافتہ اور امام ولی اللہ دھلوی کے شاگرد رشید ہیں۔ اسی طرح آپ کے والد ماجد قاضی محمد حبیب اللہ بھی اپنے عہد کے نامور عالم دین تھے۔

"شمائل و اخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم" کا ایک قلمی نسخہ معروف دانشور ڈاکٹر محمود الحسن عارف (صدر شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ جامعہ پنجاب لاہور) کے ہاں محفوظ ہے۔

انہوں نے اس قلمی نسخے کا اردو ترجمہ کیا ہے اور تخریج و تعلیق و حواشی نے کتاب کی اہمیت مزید بڑھا دی ہے۔ کتاب کے کل ۲۱ ابواب ہیں جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک، خصائل و عاداتِ شریفہ اور اخلاق و سیرت کا ایک ایمان پرور مواد موجود ہے۔

کتاب کے مطالعہ کے دوران جا بجا ایک بات نے بار بار چونکایا۔ وہ یہ کہ حدیث شریف میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسمِ گرامی کے ساتھ مختصر درود "صلی اللہ علیہ وسلم" وارد ہوا ہے۔ محترم مترجم نے اس میں لفظ "وآلہ" کا اضافہ فرما دیا ہے۔ بعض مقامات پر احادیث کا عربی متن نقل کیا تو اس میں اصل الفاظ "صلی اللہ علیہ وسلم" کہیں ہو بہو رہنے دیئے اور کہیں اس میں "وآلہ" کا اضافہ کر دیا۔ یہی صورت حال اردو ترجمہ کی ہے کہ کہیں اصل اور کہیں اضافہ۔ یہ ہر لحاظ سے غلط ہے۔ حدیث مبارک میں کئی درود شریف وارد ہوئے ہیں۔ ان میں سے جس درود میں "وآلہ" کا لفظ ہے اسے ویسے ہی پڑھا جائے گا اور جس میں یہ لفظ نہیں

اسے بھی اسی طرح پڑھا جائے گا۔ کلام نبوت میں حک و اضافہ کا حق تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نہیں تو ہم کیا اور ہماری اوقات کیا۔

درود ابراہیمی جو ہماری نمازوں کی تکمیل و قبولیت کا ذریعہ ہے اس میں لفظ "وعلیٰ آل" کسی کو نکالنے اور صلی اللہ علیہ وسلم میں "و آلہ" شامل کرنے کی خواہش محبت کی بنیاد پر بھی درست نہیں ۔ دیانت کا تقاضا یہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ مبارک کو اصل صورت میں ہی باقی رکھا جائے۔

مجھے یقین ہے کہ صاحبِ کتاب قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ نے کہیں حدیث کے متن میں کمی بیشی نہیں کی ورنہ زیر مطالعہ کتاب میں موجود تمام احادیث میں لفظ "و آلہ" شامل ہوتا۔ موجودہ اشاعت میں کہیں ہے اور کہیں نہیں۔ یہ سہو اگر فاضل مترجم سے ہوا ہے تو انہیں آئندہ ایڈیشن میں اسکی تصحیح و وضاحت کر دینی چاہئیے۔

جناب مترجم نے باقی تمام پہلوؤں سے ترجمہ کا حق ادا کیا ہے اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو قبول فرما کر نجات کا ذریعہ بنا دے (آمین)

دعاء صحت

حضرت قائد احرار کی شدید علالت:

ابن امیر شریعت، قائد احرار، حضرت سید عطاء المحسن بخاری دامت برکاتہم گزشتہ ماہ سے تاحال شدید علیل ہیں۔ احباب و کارکنان احرار اور قارئین سے درخواست ہے کہ حضرت شاہ جی کی صحت یابی کے لئے خصوصی دعاء کا اہتمام فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں شفاء کاملہ عطاء فرمائے اور قافلۂ احرار ان کی قیادت میں سرگرم عمل رہے۔ (آمین)

میلسی (ضلع وہاڑی) سے نقیب ختم نبوت کے قاری اور ہمارے کرم فرما محترم جناب محمد یعقوب مغل صاحب کی خالہ صاحبہ شدید علیل ہیں اور دل کے عارضہ میں مبتلا ہیں۔

قارئین سے درخواست ہے کہ ان حضرات کی شفایابی کے لئے دعاء فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ عطاء فرمائے۔ آمین

اسلام اور مرزائیت

صفحات: ٥٦، قیمت: ٢٠ روپے

ایک اہم کتاب جو ایک عرصہ سے نایاب تھی

اسلام اور مرزائیت کا تقابلی مطالعہ

تالیف: حضرت مولانا عتیق الرحمٰن آروی رحمہ اللہ

بخاری اکیڈمی دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

مسافرانِ آخرت

حضرت مولانا حافظ عبد الغفور صاحب رحمہ اللہ:۔

خانقاہ سراجیہ (کندیاں) کے سابق مدرس حضرت مولانا حافظ عبد الغفور صاحب ۲۳ رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۲ جنوری ۱۹۹۹ء بروز منگل چیچہ وطنی کے نواحی گاؤں L-۱۱/۱۶ میں انتقال کر گئے۔ مرحوم جامعہ خیر المدارس کے استاذ حدیث حضرت مولانا منظور احمد صاحب کے چچا تھے۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم کے مرید خاص اور مرکز احرار چیچہ وطنی کے بے لوث معاون تھے۔ ایک محبت کرنے والے خلیق اور شفیق انسان تھے۔ تمام عمر دین اسلام کی خدمت میں مصروف رہے۔ ان کی تدفین مخدوم پور پھوڑاں چک نمبر 3/A.H تحصیل کبیر والہ میں ہوئی

مولانا برکات احمد بگوی رحمہ اللہ:۔

حزب الانصار بھیرہ ضلع سرگودھا کے امیر صاحبزادہ ابرار احمد بگوی کے عم مکرم حضرت مولانا برکات احمد بگوی ۲۵ رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۴، جنوری ۱۹۹۹ء کو بوقت سحر انتقال فرما گئے۔ مرحوم خاندان بگوی کے سرپرست اور بزرگ تھے اور اکابر کی نشانی تھے۔ ان کے انتقال سے جہاں بگوی خاندان اور مجلس حزب الانصار کے حلقہ کو شدید صدمہ پہنچا ہے وہاں ملک کے دینی حلقوں کو بھی ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ اللہ تعالی مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور حسنات قبول فرمائے (آمین)

محترم خادم حسین صاحب کو صدمہ:۔

مجلس احرار اسلام ملتان کے سابق ناظم جناب خادم حسین کی ہمشیرہ محترمہ اور عزیزم محمد معاویہ کی پھوپھی صاحبہ ۳، جنوری کو انتقال فرما گئیں۔

والدہ ماجدہ مولانا محمد اشرف:۔

ہمارے دیرینہ کرم فرما مولانا محمد اشرف (ٹبہ سلطان پور) کی والدہ ماجدہ گزشتہ ماہ رحلت فرما گئیں۔

اہلیہ مرحومہ محمد رفیق صاحب:۔

ہمارے قدیم مہربان اور معاون جماعت برادرم شیخ محمد رفیق صاحب کی اہلیہ محترمہ گزشتہ ماہ مظفر گڑھ میں انتقال کر گئیں۔

والدہ مرحومہ مولانا حسین احمد قریشی:۔

حضرت مولانا مفتی عبدالحئی قریشی رحمہ اللہ کی اہلیہ اور الصحابہ اکیڈمی بھوئی گاڑ ضلع اٹک کے امیر مولانا حسین احمد قریشی اور قاری محمد ابوبکر قریشی کی والدہ ماجدہ ۱۰ رمضان المبارک کو رحلت فرما گئیں۔

قاری خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ:۔

حضرت حافظ سید محمد نذر شاہ صاحب (ساہی وال) کے شاگرد خاص اور حضرت پیرجی سید عطاء المھیمن بخاری کے ہم جماعت جناب قاری خلیل احمد صاحب ۹، رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ مطابق ۲۹، دسمبر ۱۹۹۹ء بروز منگل لاہور میں انتقال کر گئے۔ مرحوم منڈی صادق گنج ضلع بہاولنگر کے رہنے والے تھے۔ مرحوم نے ۲۰ برس فیصل آباد میں قرآن کریم کی تدریس کی اور ۱۹۸۰ سے مدرسہ شان اسلام گلبرگ میں قرآن کریم کی تدریسی خدمت سرانجام دے رہے تھے۔ انہوں نے تقریباً ۳۸ سال قرآن کریم کی خدمت کی۔ ان کے سینکڑوں شاگرد حافظ قرآن بن کر اندرون و بیرون ملک خدمت قرآن کریم میں مصروف ہیں۔ یہ ان کا صدقہ جاریہ ہے جو یقیناً ان کے لئے باعث نجات اخروی ہے۔

صاحبزادہ حافظ محمد عابد صاحب رحمہ اللہ:

حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی رحمہ اللہ (مرشد گرامی حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ، خانقاہ سراجیہ کندیاں) کے فرزند ارجمند محترم صاحبزادہ حافظ محمد عابد صاحب مرحوم گزشتہ چند ماہ سے شدید علیل رہ کر ۱۵ شوال ۱۴۱۹ھ مطابق ۲ فروری ۱۹۹۹ء بروز منگل بوقت صبح ۱۱ بجے سرگانہ ہاؤس ملتان میں انتقال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم اسم بامسمٰی، نہایت عابد، زاہد اور صالح انسان تھے اور حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم کے سفر و حضر میں رفیق اور خانقاہ سراجیہ کے چشم و چراغ تھے۔ ان کے جسدِ خاکی کو پہلے اُن کی قیام گاہ خانیوال لے جایا گیا اور مسلمانوں کی بڑی تعداد نے اُن کی نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔ بعد میں خانقاہِ سراجیہ کندیاں لے جایا گیا۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم نے اپنے مرشدزادہ اور نہایت پیارے رفیق کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ حافظ صاحب مرحوم کو خانقاہ سراجیہ کے قبرستان خاص میں اپنے بزرگوں کے قدموں میں سپردِ خاک کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی خطائیں معاف فرما کر ان کی مغفرت فرمائے اور حسنات قبول فرما کر اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطاء فرمائے (آمین) اراکینِ ادارہ تمام پسماندگان سے اظہارِ ہمدردی کرتے ہیں اور صبر کی دعاء کرتے ہیں۔

○

وفاق المدارس الاحرار پاکستان کے تحت قائم دینی ادارے

۲۸/نومبر ۱۹۶۱ء کو ملتان میں "مدرسہ معمورہ" کے قیام سے اس کار خیر کا آغاز کیا گیا اور پھر ۱۹۷۹ء سے ۱۹۹۸ء تک ملک کے مختلف شہروں میں 24 دینی مدارس کا جال بچھ گیا۔ جس کی فہرست حسب ذیل ہے۔ اب یہ ادارے "وفاق المدارس الاحرار" کے نظم کے تحت کام کر رہے ہیں۔ وفاق، ان مدارس کے امتحانات اور دیگر تعلیمی و نصابی اور انتظامی امور کی نگرانی کرتا ہے۔ 12 مدارس اپنے اخراجات خود برداشت کرتے ہیں اور 12 مدارس کے اخراجات وفاق المدارس الاحرار کے ذمہ ہیں۔

● مدرسہ ختم نبوت مسجد احرار، (ربوہ) چناب نگر، ضلع جھنگ فون : 211523 (04524) ●بخاری پبلک سکول، (ربوہ) چناب نگر، ضلع جھنگ ● بخاری مسجد۔ سرگودھا روڈ چنیوٹ ضلع جھنگ (زیر تعمیر) ●مدرسہ معمورہ جامع مسجد ختم نبوت، دار بنی ہاشم، ملتان فون:211523 (061) ●مدرسہ معمورہ مسجد نور تغلق روڈ ملتان۔● مدرسہ محمودیہ مسجد المعمور ناگڑیاں، ضلع گجرات ● دارالعلوم ختم نبوت جامع مسجد چیچہ وطنی فون:(0445)611657 ● دارالعلوم ختم نبوت (جدید مرکز احرار) مرکزی مسجد عثمانیہ، ہاؤسنگ سکیم چیچہ وطنی، فون: (0445)610955 ●مدرسۃ العلوم الاسلامیہ جامع مسجد گڑھا موڑ (وہاڑی) فون: (0693)69003● مدرسہ ختم نبوت، مسجد ختم نبوت نواں چوک، گڑھا موڑ ضلع وہاڑی ●مدرسہ ختم نبوت چک نمبر 88/W.B گڑھا موڑ ضلع وہاڑی ● مدرسہ معمورہ تعلیم القرآن چک نمبر ۱۵۸ الف 10-R جہانیاں ضلع خانیوال● مدرسہ معمورہ، موضع چھینا، میلسی ضلع وہاڑی۔● مدرسہ احرار اسلام مصطفیٰ آباد، کرم پور ضلع وہاڑی ● مدرسہ ابوبکر صدیق جامع مسجد ابوبکر صدیق تلہ گنگ (ضلع چکوال) ●بستان عائشہ (برائے طالبات) دار بنی ہاشم ملتان فون: 511356 (061)● مدرسۃ البنات (برائے طالبات) گڑھا موڑ، ضلع وہاڑی مدرسہ معاویہ جھنگ روڈ، ٹوبہ ٹیک سنگھ ● مدرسہ ختم نبوت چشتیاں ضلع بہاولنگر ●مدرسہ احرار اسلام مسجد سیدنا علی المرتضیٰ، چکڑالہ، ضلع میانوالی (زیر تعمیر) ●مدرسہ احرار اسلام چاہ چڑھوئے والا، کلر والی، ضلع مظفر گڑھ ● مدرسہ معمورہ مسجد معاویہ بستی مہر پور ضلع مظفر گڑھ۔ ● مدرسہ ختم نبوت مسجد ختم نبوت شہزاد کالونی صادق آباد (ضلع رحیم یارخان) ● مدرسہ ختم نبوت، مسجد بخاری، گل زیب کالونی وہاڑی روڈ ملتان (زیر تعمیر)

ترسیل زر کے لئے

بنام سید عطاء المحسن بخاری **مدیر**

بذریعہ منی آرڈر: وفاق المدارس الاحرار پاکستان دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان۔ فون:511961 - 061

بذریعہ بینک ڈرافٹ یا چیک: اکاؤنٹ نمبر 29932، حبیب بینک حسین آگاہی ملتان۔

(براہ کرم چیک بھیجتے وقت بینک کا خرچ اس میں شامل فرمادیں)

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

کے دو عہد ساز نمبر

امیر شریعت نمبر

بیاد

امیر شریعت خطیب الامت، بطلِ حریت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ

● اردو زبان کے سب سے بڑے خطیب کے سوانح وافکار ● ایک تاریخ، ایک دستاویز، ایک داستان ● خاندانی حالات، سیرت کے مجلا اوراق ● خطابتی معرکے، سیاسی تذکرے ● بزم سے لیکر رزم اور منبر و محراب سے لے کر دار و رسن تک ● نصف صدی کے ہنگاموں، جہادی معرکوں، تہذیبی محاربوں، مذہبی سازشوں، سیاسی مجادلوں اور علمی محاذ آرائیوں کی فضا میں ایک آوازِ ہدایت، جو بصیرت، حریت اور بغاوت کا سرچشمہ تھی ●

خوبصورت سہ رنگا سرورق، مجلد، اعلیٰ طباعت

صفحات: ۵۷۶، قیمت ۳۰۰ روپے

مستقل سالانہ خریداروں کے لئے خاص رعایت صرف ۲۰۰ روپے پیشگی منی آرڈر بھیج کر طلب فرمائیں۔

جانشین امیر شریعت نمبر

بیاد

جانشین امیر شریعت قائد احرار سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ

● ایک قادر الکلام خطیب اور متبحر عالم دین کے سوانح وافکار ● ایک مفکر اور قائد کے عزم و ہمت اور جرأت و شجاعت کا تذکرہ ● ایک شاعر و ادیب اور محقق کی علمی ادبی، صحافتی اور دینی و تحریکی خدمات ● تاریخ احرار کا ایک روشن باب ● فکرِ احرار کا امین و وارث ● عظمت صحابہ کا نقیب و محافظ ● ایک مفکر، مبلغ، خطیب اور ادیب کی داستانِ حیات

صفحات: ۳۰۰، قیمت ۵۰ روپے

پیشگی منی آرڈر بھیج کر رجسٹرڈ ڈاک سے حاصل کریں

ماہنامہ نقیبِ ختم نبوت: دارِ بنی ھاشم، مہربان کالونی ملتان فون: 061.511961

توحید و ختمِ نبوت کے علم بردارو ایک ہوجاؤ!

بانی: جانشینِ امیرِ شریعت سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ

اکیسویں سالانہ دوروزہ — جامع مسجد احرار ربوہ

شہداء ختمِ نبوت کانفرنس

۴/۵ مارچ ۱۹۹۹ء بروز جمعرات، جمعہ

زیرِ سرپرستی: قائد تحریک تحفظ ختم نبوت، شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ

زیر صدارت: فاتح ربوہ ابن امیر شریعت امیر الاحرار سید عطاء المحسن بخاری دامت برکاتہم

خطباء

● حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری ● مولانا محمد اسحٰق سلیمی ● مولانا زاہد الراشدی ● مولانا محمد مغیرہ ● پیر سید محمد اسعد شاہ ہمدانی ● قاری محمد یوسف احرار ● مولانا عزیز الرحمٰن خورشید ● مولانا عبدالستار جھنگوی ● مولانا عبدالرزاق ● مولانا قاری ظہور الرحیم ● مولانا قاری عبدالرشید ● جناب پروفیسر خالد شبیر احمد ● سید محمد کفیل بخاری ● عبداللطیف خالد چیمہ ● حافظ کفایت اللہ ● ابو سفیان تائب ● مولانا کریم اللہ ● سید خالد مسعود گیلانی ● جناب محمد ظفر اقبال ایڈووکیٹ ● جناب ملک ربنواز ایڈووکیٹ ● سید محمد ارشد بخاری ایڈووکیٹ ● راؤ زاہد حسین ● جناب عبدالقیوم ● مولانا مشتاق احمد ● مولانا عبدالواحد مخدوم ● جناب حافظ محمد اسمٰعیل ● مولانا فیض الرحمٰن ● مولانا فقیر اللہ رحمانی ● ابومیسون اللہ بخش احرار ● محمد شفیع الرحمٰن ● حافظ محمد اکرم

پروگرام

۴ مارچ بروز جمعرات

● اجتماع طلباء احرار: ظہر تا عصر
● مجلس ذکر: بعد نماز مغرب ● اجتماع عام: بعد نماز عشاء

۵ مارچ بروز جمعہ بعد نماز فجر: درس قرآن کریم
۱۱ بجے قبل از نماز جمعہ تا نماز عصر علماء، وکلاء، قانون دان، دانشور، اور طلباء خطاب کریں گے۔

زیرِ اہتمام: تحریک تحفظِ ختمِ نبوت (شعبہ تبلیغ) مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

رابطہ فون: ربوہ ۲۱۱۵۲۳ (۰۴۵۲۴)، ملتان ۵۱۱۹۶۱ (۰۶۱)، دفتر لاہور ۷۵۶۰۴۵۰ (۰۴۲)، چیچہ وطنی ۲۱۰۵۳، ۲۱۱۶۵۷ (۰۴۴۵)